نصرۃ

میگزین

نصرۃ میگزین شمارہ ۳۷
جولائی / اگست ۲۰۱۷ بمطابق
شوال / ذی القعد ۱۴۳۸ ہجری

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ
(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۳-۱۵۹

نئ بین الاقوامی صورتحال
جس کا تعین خلافت کرے گی

برصغیر پاک وہند کی
تحریک خلافت

مشکلات کے دوران کس
طرح بہادر ابھر کر
سامنے آتے ہیں

سی پیک - حقائق،
رکاوٹیں اور لائحہ عمل

ابو بکر صدیق (رض):
اسلام اور مسلمانوں کے
پشت پناہ

نصرة میگزین

جولائی/اگست 2017 بمطابق شوال/ذی القعد 1438 ہجری

اس شمارے میں

ہمیں جامع اور مکمل اسلام چاہیے	اداریہ	1
تفسیر سورۃ البقرۃ 163-159	شیخ عطاء بن خلیل ابوالرَشتہ	2
مشکلات کے دوران کس طرح بہادر ابھر کر سامنے آتے ہیں	مصعب عمیر	4
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ: اسلام اور مسلمانوں کے پشت پناہ	بلال المہاجر	7
نئی بین الاقوامی صورتحال جس کا تعین خلافت کرے گی	انجینئر معیز	10
سی پیک-حقائق، رکاوٹیں اور لائحہ	محمد سلیمان	16
برصغیر پاک وہند کی تحریک خلافت	افضل قمر	24
پانامہ مقدمے کے فیصلے کے اثرات	محمد غزنوی	26
مقبوضہ کشمیر خلافت کے ذریعے آزادی کا مطالبہ کرتا ہے	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	28
خلافت امت کی ڈھال ہے	حزب التحریر ولایہ پاکستان	30
علمائے حدیث کے درمیان ضعیف حدیث کی تعریف پر اختلاف	سوال وجواب	32
اقتدار تک پہنچنے اور ریاست کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سنت	سوال وجواب	35
امریکہ اور شمالی کوریا کے درمیان بڑھتی کشیدگی	سوال وجواب	36
شوال کے ہلال کا تنازع	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	42
رام اللہ فلسطین میں بہت بڑی کانفرنس	میڈیا آفس ولایہ فلسطین	43

اداریہ: ہمیں جامع اور مکمل اسلام چاہیے

14 اگست 1947 کو اسلام کے نام پر پاکستان وجود میں آیا۔ اُس وقت پاکستان آبادی کے لحاظ سے مسلم دنیا کا سب سے بڑا ملک تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ ہجرت سے متاثر ہو کر لاکھوں مسلمانوں نے تاریخ کی ایک بہت بڑی ہجرت کی اور اس ہجرت کے دوران بڑی تعداد میں لوگ شہید ہوئے۔ پاکستان کی تشکیل کے دوران مسلمانوں نے ہندوؤں کے ہاتھوں بدترین مظالم کا سامنا کیا، ان کے مردوں کو شہید اور عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا کیونکہ مسلمانوں کو مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کی عظیم الشان مثال یاد تھی۔ مسلمانوں نے بغیر کسی افسوس کے اپنی مرضی سے ہجرت اس نعرے کے ساتھ کی، "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ"۔

14 اگست 2017 کو پاکستان کے قیام کو ستر سال ہو جائیں گے۔ آج انڈونیشیا کے بعد پاکستان آبادی کے لحاظ سے مسلم دنیا کا دوسرا بڑا ملک ہے۔ پاکستان کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے زبردست نعمتوں سے نوازا ہے لیکن اسلام کے بغیر، جس کو اس کے آئین کا واحد ماخذ ہونا چاہیے، یہ ایک پس ماندہ مالک ہے۔ حکمرانوں کے نمائندے موجودہ صورتحال کی ذمہ داری اسلام پر ڈالتے ہیں اور ترقی کے لیے اسلام کی جگہ مغربی لبرل اقدار کو اپنانے کا مشورہ دیتے نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے اس خیال کے حق میں فرقہ واریت کو ایک ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہم اسلام کو مکمل طور پر ایک دین کے طور پر نہ اپنائیں۔ لیکن برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی ساری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہمیں کم اسلام نہیں بلکہ مکمل اسلام کی ضرورت ہے۔

اسلام کامیابی کو یقینی بناتا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے وقت سے اسلام نے برصغیر پاک و ہند پر ایک ہزار سال تک حکمرانی کی ہے۔ اسلام نے فرقہ واریت کو ہرگز جنم نہیں دیا بلکہ برصغیر پاک و ہند کے مختلف مذاہب کے

> **اسلام نے فرقہ واریت تو پیدا نہیں کی تھی بلکہ برصغیر پاک و ہند کے مختلف مذاہب کے لوگوں کو امن اور سیاسی و معاشی استحکام فراہم کیا اور وہ بغیر کسی جنگ و جدل کے پر امن ماحول میں ایک ساتھ رہتے رہے۔**

لوگوں کو امن اور سیاسی و معاشی استحکام فراہم کیا اور وہ بغیر کسی جنگ و جدل کے پر امن ماحول میں ایک ساتھ رہتے رہے۔ اسلام نے لوگوں کو غربت کی دلدل میں نہیں دھکیلا بلکہ برصغیر کو دنیا کا معاشی انجن بنا دیا اور اسی وجہ سے مغربی استعماری اس کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے تھے۔

نامکمل اسلام ناکامی کو یقینی بناتا ہے۔ برطانوی راج کی جانب سے ہمارے مکمل اور جامع اسلامی قوانین کو صرف ذاتی مسائل تک محدود کرنے کے بعد انہوں نے برصغیر کے باسیوں کو غربت اور مسائل و مشکلات کی اندھیری وادیوں میں دھکیل دیا۔ استعماری طاقتوں سے آزادی حاصل کرنے کے بعد سے پاکستان میں آنے والے حکمرانوں نے ستر سال سے غیر اسلامی حکمرانی کے ذریعے مسلمانوں کی اس خواہش کا گلا گھونٹا جس کے لیے انہوں نے عظیم ہجرت کی تھی اور بیش بہا قربانیاں دیں تھی یعنی اسلام کی حکمرانی۔ اسلام کے مکمل نفاذ کو روک کر حکمرانوں نے اس بات کو یقینی بنایا کہ معاشی مشکلات اور غیر ملکی طاقتوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی ذلت کا سلسلہ جاری رہے۔ آج مسلمان یہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلم ریاستوں کے درمیان دشمنیاں بڑھ رہی ہیں جبکہ انہیں اپنے حقیقی دشمنوں یعنی کفار کے سامنے "تحمل" کا مظاہرہ کرنے کا درس دیا جاتا ہے۔ آج مسلمانوں پر ایسے حکمران مسلط ہیں جو کرپٹ اور غیر ملکی طاقتوں کے غلام ہیں اور ان کی کرپشن اور غلامی نئی انتہاؤں کو چھو رہی ہے۔

ہماری پوری تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ موجودہ بحران سے نکلنے کا یقینی رستہ اسلام کا جامع اور مکمل نفاذ ہے اور صرف اور صرف اسلام کو ہی ہمارے آئین و قوانین کا ماخذ ہونا چاہیے۔ اور ایسا صرف نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے ذریعے سے ہی ہو گا۔ مکمل اسلام کے نفاذ سے کم کسی بھی حل کو قبول کرنے کی صورت میں ناکامی یقینی ہو گی۔

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت 159-163

مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابو رَشتہ کی کتاب "**التیسیر فی اصول التفسیر**" سے اقتباس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُوْلَئِكَ يَلْعَنُهُمْ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمْ اللاَّعِنُونَ ط إِلاَّ الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُوْلَئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ط إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُوْلَئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ط خَالِدِينَ فِيهَا لاَ يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلاَ هُمْ يُنظَرُونَ ط وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾

"بے شک جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی صاف احکامات اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے انہیں لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کیا ہے یہی لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنے آپ کو ٹھیک کیا اور حق کو بیان کیا تو ان کو میں معاف کرتا ہوں اور میں ہی معاف کرنے والا مہربان ہوں۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور کافر ہی مرے انہی پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور سارے لوگوں کی۔ ہمیشہ رہیں گے اس لعنت میں، ان پر عذاب ہلکا نہیں ہوگا اور نہ ان کو کوئی مہلت دی جائے گی۔ اور معبود تم سب کا ایک ہی معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"(البقرۃ:159-163)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان آیات میں یہ بیان کیا:

1۔ گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا تھا کہ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ آپ ﷺ کی صفات ان کو معلوم ہیں اور آپ ﷺ کی تعریف بھی وہ جانتے ہیں اور ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ ﷺ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے، اس کے باوجود انہوں نے اس کو چھپایا جس کو وہ جانتے تھے۔

اگر چہ یہ اہل کتاب میں سے چھپانے والوں کے موضوع پر ہے مگر اس میں الفاظ عام ہیں، اس لیے ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو اللہ کی طرف سے دیئے گئے علم کو چھپاتا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ علم کو چھپانا قرائن کے مطابق سخت حرام ہے

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، الَّذِينَ آتَيْنَاهُمْ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ "جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ تو انہیں (محمد ﷺ کو) ایسا پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچوں کو پہچانے، ان کی ایک جماعت حق کو پہچان کر پھر چھپاتی ہے"(البقرہ:146)۔ اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان آیات میں ان لوگوں کا انجام بیان کیا جو اللہ کی ان واضح آیات کو چھپاتے ہیں جن میں محمد ﷺ اور ہدایت کی آیات ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے وجوب کو بیان کیا گیا ہے حالانکہ یہ اہلِ کتاب کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ یہ چھپانے والے اللہ کی لعنت کے مستحق ہیں اور ان لوگوں کی لعنت کے جو چھپانے والوں پر لعنت کرتے ہیں جو کہ مومن اور ملائکہ ہیں۔

یہ آیت اگر چہ اہل کتاب میں سے چھپانے والوں کے موضوع پر ہے مگر اس میں الفاظ عام ہیں، اس لیے یہ ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو اللہ کی طرف سے دیئے گئے علم کو چھپاتا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ علم کو چھپانا قرائن کے مطابق سخت حرام ہے، أُوْلَئِكَ يَلْعَنُهُمْ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمْ " جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں"، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ من کتم علما ألجمه الله بلجام من النار "جو علم کو چھپاتا ہے اسے اللہ جہنم کا لگام ڈالیں گے" یہ جہنم میں ان لوگوں کو سخت ترین عذاب پر دلالت کرتا ہے۔

پھر اللہ نے ان میں سے صرف ان لوگوں

کو مستثنیٰ قرار دیا جنھوں نے مندرجہ ذیل تین امور انجام دیئے: اس چھپانے پر اللہ کے سامنے سچی توبہ کی اور اس چھپانے کی وجہ سے لوگوں کا کوئی حق ضائع ہو گیا ہو یا احکام شرعیہ میں کوئی گمراہی پیدا ہوئی ہو تو اس کی اصلاح کریں ، اور پھر جو کچھ چھپایا تھا اس کا اس کے موقع پر برملا اظہار کریں تب اللہ ان کی توبہ قبول کریں گے اور وہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

2۔ اگلی آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کفار کے انجام کو بیان کر رہے ہیں جو کفر کی حالت میں ہی مرتے ہیں جن پر اللہ، ملائکہ اور سارے لوگوں کی ابدی لعنت ہے۔

اس آیت میں لعنت کا موضوع وہی نہیں جو سابقہ آیات میں تھا کہ وہ دنیا میں تھا جہاں اللہ، ملائکہ اور مؤمنین ان پر لعنت کرتے ہیں۔ اس آیت میں آخرت میں ان پر لعنت کا ذکر ہے جہاں اللہ، ملائکہ اور سارے لوگ ان پر لعنت کریں گے، یعنی صرف مومن ہی نہیں بلکہ سارے لوگ حتی کہ کفار بھی ایک دوسرے پر لعنت کریں گے، دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا" جب بھی ایک قوم جہنم میں داخل ہو گی تو دوسری قوم اس پر لعنت کرے گی" (الاعراف:38)، یوں پہلی آیت میں زندگی میں ان پر لعنت کا ذکر ہے او ر اس میں مرنے کے بعد ان پر لعنت کا ذکر ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کفر پر مرنے والے ان لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں ہوں گے اور ان پر دائمی لعنت ہو گی، ان کے عذاب میں کوئی نرمی نہیں ہو گی، ان کو معذرت کرنے کی بھی کوئی مہلت نہیں دی جائے گی بلکہ ان کی کوئی حجت قبول نہیں ہو گی نہ ہی کوئی مہلت ملے گی۔

3۔ سابقہ آیات میں یہ ذکر کرنے کے بعد کہ اہل کتاب محمد ﷺ کی نبوت کو چھپاتے ہیں حالانکہ ان پر نازل ہونے والی کتابوں میں آپ ﷺ کا ذکر ہے اور وہ آپ ﷺ کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ ان کے خلاف نبی ﷺ کی نبوت کے ثبوت پر حجت تمام کی اور اگلی آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بیان کیا کہ وہی تن تنہا معبود اور عبودیت اور الوہیت کا مستحق ہے۔ **وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ**

اہلِ کتاب محمد ﷺ کی نبوت کو چھپاتے ہیں جبکہ ان پر نازل ہونے والی کتابوں میں آپ ﷺ کا ذکر ہے اور وہ آپ ﷺ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے خلاف نبی ﷺ کی نبوت کے ثبوت پر حجت تمام کی۔

الرَّحِيمُ " اور معبود تم سب کا ایک ہی معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"۔ 'واو' عطف کے لیے ہے اور جملہ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ پر معطوفہ ہے یعنی ایک قصے کو دوسرے قصے پر عطف کیا گیا ہے اور عطف میں مشترک یہ ہے کہ پہلے جملے میں نبی ﷺ کی نبوت کا اثبات ہے او دوسرے میں اللہ کی وحدانیت کا۔

معنی یہ ہیں کہ تمہارا برحق معبود وہ ہے جو عبادت کا مستحق ہے اور وہی الوہیت میں تن تنہا ہے یوں اس آیت میں الہ کا تکرار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی دو صفات بیان کرنے کے لیے ہے:

☆عبادت کا استحقاق جس کے لیے الہ کی ضمیر کو إِلَٰهُكُمْ کہہ کر مخاطبین کی طرف کیا گیا ہے۔

☆ الوہیت کی وحدت کو إِلَٰهٌ وَاحِدٌ اور لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سے ذکر کیا گیا ہے جو کہ اللہ کی وحدانیت کی تاکید اور تکرار ہے یعنی لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ کہنے کے بعد وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ کہا جس سے اس وہم کا ازالہ ہو گیا کہ تمہارے الہ کے علاوہ بھی کوئی الہ ہو سکتا ہے۔ آیت سے یہ معلوم ہوا کہ تمہارا الہ جو کہ عبادت کا مستحق ہے وہی واحد الہ ہے اس کے علاوہ کوئی الہ نہیں اور وہی تمہارا اور سارے جہانوں کا رب ہے اور وہی الوہیت میں تن تنہا ہے، وہی رحمٰن اور رحیم ہے جو کہ اپنی رحمت سے دنیا میں مومنوں اور کافروں پر رحم کرتے ہیں اور آخرت میں اپنی رحمت مومنوں کے لیے خاص کی ہوئی ہے۔ الرَّحْمَٰنُ 'فعلان' کے وزن پر وہ رحم ہے جس کی رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے، یہ غضبناک کی طرح ہے یعنی غضب نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

الرَّحِيمُ با کثرت رحمت والا مگر رحمٰن میں وہ مبالغہ ہے جو رحیم میں نہیں کیونکہ رحیم رحم میں ایک یا زیادہ ہے اور رحمن میں الف اور نون دو زیادہ ہیں اور الفاظ میں زیادتی معنی میں زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔

ختم شد

مشکلات کے دوران کس طرح بہادر ابھر کر سامنے آتے ہیں

تحریر: مصعب عمیر

ایک مسلمان کے لیے بہادری کی صفت حاصل کرنا قابلِ عزت صفات میں سے ہے، چاہے وہ خلافت کا داعی ہو، اسلامی طرزِ زندگی کے احیاء کے لیے جدوجہد کررہا ہو، یا فوج کا مخلص افسر ہو جو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ دینے والا ہو۔ بہادری طاقت کی نشانی ہے اور امت کے کھوئے ہوئے عزت و مرتبے کو بحال کرنے کا انحصار اسی صفت پر ہے۔

بہادری ان لوگوں کی صفت ہوتی ہے جو مضبوط ہوتے ہیں اور جو دوسرے لوگوں یا صورتحال سے متاثر نہیں ہوتے، وہ جو کمزور نہیں ہوتے نا ہی تذبذب کا شکار ہوتے ہیں، اور وہ جو مال و دولت اور جان کے جانے سے نہیں ڈرتے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلاَ تَعْجِزْ فَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلاَ تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا، وَلَكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللَّهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ "لَوْ" تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ "مضبوط ایمان والا بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ پیارا ہے بنسبت کمزور ایمان والے کے اگرچہ دونوں ہی اچھے ہیں۔ اس چیز کے لیے کوشش کرو جو تمہیں نفع پہنچائے گی، اللہ کی مدد طلب کرو، اور بے یار و مددگار تصور نہ کرو۔ اگر تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ نہ کہوں: اگر میں نے یہ یا وہ کیا ہوتا، بلکہ کہو: اللہ کا حکم ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اگر کہنا شیطانی اعمال کا دروازہ کھول دیتا ہے"(ابن ماجہ)۔

یہ دیکھا گیا ہے کہ کچھ مسلمان امت کی موجودہ صورتحال پر افسوس و پریشانی کا اظہار کرتے ہیں لیکن چونکہ وہ بہادر نہیں ہوتے اس لیے اپنی صورتحال کو بہتر کرنے کے لیے وہ مشکلات اور مصائب کا سامنا نہیں کرتے۔ لہٰذا وہ وہی کھڑے رہتے ہیں اور امت کی بری صورتحال پر پریشانی کا ہی اظہار کرتے رہتے ہیں اور ایسا مضبوط اور مستحکم قدم نہیں اٹھاتے جو صورتحال کو تبدیل کردے جس کا امت کو ایک عرصے سے انتظار ہے۔

> خلافت کے داعیوں کے لیے جو آج کے جابروں کے خلاف ایک شدید جدوجہد کررہے ہیں بہترین مثال رسول اللہ ﷺ کی ہے جنھوں نے نتائج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بہادری کے ساتھ کھلے عام عوام تک اور اثرورسوخ رکھنے والے لوگوں تک اس پیغام کو پہنچایا

لیکن بہادر مسلمان مسکراتے چہرے کے ساتھ مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ امت ایک اہم دوراہے پر کھڑی ہے۔ وہ اس بات سے قطعی طور پر نہیں گھبراتے کہ ہدف کتنا مشکل اور بڑا ہے، صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ہی توکل کرتے ہیں اور اللہ کی مدد سے راستہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ روزمرہ کی عام زندگی سے بیزار ہوتے ہیں اور خطرات سے پُر ایسے منصوبے بناتے ہیں کہ جس سے وہ اپنی منزل پر جلد از جلد پہنچ سکیں۔ وہ مسلسل اپنا احتساب کرتے اور خود میں مزید بہتری لانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ تبدیلی لانے میں وہ زیادہ بہتر کردار ادا کرسکیں۔ اور تمام انسانیت کے لیے بہادری کی سب اعلیٰ اور بے داغ مثال رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

خلافت کے داعیوں کے لیے، جو آج کے جابروں کے خلاف ایک شدید جدوجہد کررہے ہیں، بہترین مثال رسول اللہ ﷺ کی ہے جنھوں نے نتائج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بہادری کے ساتھ کھلے عام عوام تک اور اثرورسوخ رکھنے والے لوگوں تک ان کی نجی محفلوں میں اس پیغام کو پہنچایا۔ ابنِ حبان اور ابنِ خزیمہ نے اپنی صحیح میں طارق المحاربی سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کو ذوالمجاز کے بازار سے گزرتے دیکھا کہ انہوں نے لال رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور لوگوں سے کہہ رہے ہیں: "اے لوگو! کہو کہ کوئی رب نہیں سوائے اللہ کے اور تم کامیاب ہو جاؤ گے"۔ ایک شخص جو آپ ﷺ کا پیچھا کررہا تھا اس نے آپ ﷺ پر پتھر پھینکنا شروع کردیے کہ جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے ٹخنوں اور رانوں سے خون بہنے لگا۔ اس نے لوگوں سے کہا: اے لوگو اس کی نہ سنو کہ یہ جھوٹا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: عبدالمطلب کے قبیلے کا بیٹا ہے۔ میں کہا: یہ کون ہے جو ان کا پیچھا کررہا ہے؟ لوگوں نے کہا: عبدالعزیٰ، ابولہب۔ الحاکم نے المستدرک میں روایت

کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح مسلم کی شرائط کے مطابق درست ہیں، التلخیص کے مصنف نے اس سے اتفاق کیا ہے، کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا: "وہ اللہ کے نبی کو اس وقت تک مارتے کہ وہ بے ہوش ہو جاتے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور چلانے لگے اور کہا: تم پر افسوس ہے! کیا تم کسی آدمی کو اس لیے قتل کرو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟ انہوں نے کہا: یہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ ابو قحافہ، پاگل آدمی کا بیٹا ہے"۔

اور خلافت کے داعیوں کے لیے بہترین مثال رسول اللہ ﷺ کی بہادری ہے کہ جب جابروں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ انہیں قتل کر دیں کیونکہ ان کی تمام پچھلی کاوشیں ناکام ہو گئیں اور اس دعوت کی کامیابی انہیں نظر آنے لگی تو بھی رسول اللہ ﷺ نے ان کا سامنا انتہائی صبر اور پُر سکون طریقے سے کیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُواْ لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكِرِينَ "اور اس واقع کا بھی ذکر کیجیے! جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں، اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہی ہے" (الانفال:30)۔ لہٰذا قریش کے جابروں نے منصوبہ بنایا کہ وہ تمام قبائل سے نوجوانوں کا ایک دستہ بنائیں گے اور وہ ایک ساتھ محمد ﷺ پر حملہ کریں گے اور اس طرح تمام قبائل مل کر انہیں قتل کر دیں گے۔ بنی ہاشم جب یہ دیکھیں گے کہ تمام قبائل نے مل کر یہ کام کیا ہے تو وہ تمام قبائل کے خلاف جنگ نہیں کر سکیں گے اور خون بہا قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس طرح وہ مشکل ختم ہو جائے گی جس نے قریش کے سرداروں کو بے آرام اور ان کے اقتدار کو خطرہ لاحق کر رکھا ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس یقینی اور واضح خطرے کے باوجود رسول اللہ ﷺ پُر سکون تھے اور قطعی نہیں ڈرے تھے اور پوری استقامت کے ساتھ وہ قدم اٹھاتے چلے گئے جس کے ذریعے انصار سے ملنے والی نصرۃ کے بعد مدینے میں اسلام کا قیام عمل میں لایا جائے۔

ہجرت کے دوران بھی جب کفار نے تقریباً آپ ﷺ کو پکڑ ہی لیا تھا تو بھی آپ کی بہادری واضح تھی۔ اسلام کا ایک ریاست کی صورت میں قیام کے بعد رسول اللہ ﷺ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنی بہادری کے ذریعے لوگوں کا خوف ڈور کیا

جبریلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان سے کہا وہ اُس رات اپنے بستر پر نہ سوئیں اور انہیں کفار کے منصوبے سے آگاہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ اُس رات اپنے گھر میں نہیں سوئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہجرت کرنے کی اجازت دی اور رسول اللہ ﷺ نے ہجرت ذہانت کے ساتھ پر سکون اور باوقار طریقے سے کی۔ اور ہجرت کے دوران بھی جب کفار نے تقریباً آپ ﷺ کو پکڑ ہی لیا تھا تو بھی آپ کی بہادری واضح تھی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، قُلْتُ قَدْ آنَ الرَّحِيلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ «بَلَى» فَارْتَحَلْنَا وَالْقَوْمُ يَطْلُبُونَا، فَلَمْ يُدْرِكْنَا أَحَدٌ مِنْهُمْ غَيْرُ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ عَلَى فَرَسٍ لَهُ. فَقُلْتُ هَذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ: «لاَ تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا» "پھر میں نے کہا، اب وقت آ گیا ہے کہ ہم چل پڑیں اے اللہ کے رسول ﷺ! انہوں نے کہا: ہاں۔ لہٰذا ہم نکل پڑے جبکہ لوگ (قریش) ہمیں ڈھونڈ رہے تھے لیکن ہمیں کوئی نہ ڈھونڈ سکا سوائے سراقہ بن مالک بن جعشم کے جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے کہا، یہ ہمیں تلاش کرنے والا ہے اور اس نے ہمیں ڈھونڈ لیا ہے اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پریشان مت ہو کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے" (بخاری)۔

اور اسلام کے ایک ریاست کی صورت میں قیام کے بعد رسول اللہ ﷺ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنی بہادری کے ذریعے لوگوں کا خوف دور کیا۔ انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ، فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَدْ سَبَقَ النَّاسَ إِلَى الصَّوْتِ وَهْوَ يَقُولُ «لَنْ تُرَاعُوا، لَنْ تُرَاعُوا» "رسول اللہ تمام لوگوں میں (شکل و صورت اور کردار کے لحاظ سے) بہترین تھے اور سب سے بڑھ کر سخی تھے اور سب سے بڑھ کر بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ کے لوگ خوفزدہ ہو گئے (ایک آواز کی وجہ سے)، لہٰذا لوگ اس آواز کی جانب بھاگ کھڑے

ہوئے لیکن لوگوں سے پہلے ہی آواز کی جگہ آپ ﷺ پہنچ چکے تھے اور کہہ رہے تھے: ڈرو مت، ڈرو مت" (بخاری)

جہاں تک افواج کے افسران کا تعلق ہے، تو ایک ایسے وقت میں جب موجودہ حکمران اس خوف کا شکار ہیں کہ ان کا اقتدار کسی بھی وقت ختم ہو سکتا ہے اور اس کو ٹالنے کے لیے وہ دنیا کا مال و دولت رشوت کے طور پر دیتے ہیں تا کہ ان کے خلاف کوئی حرکت میں نہ آئے، تو رسول اللہ ﷺ ان کے لیے بہترین مثال ہیں کہ وہ ان سے سبق اور حوصلہ حاصل کریں۔ رسول اللہ ﷺ بہادر تھے، اس وقت بھی وہ قطعی خوفزدہ نہ ہوئے جب دشمن نے ان پر تلوار تان لی جبکہ آپ ﷺ غیر مسلح تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ سے روایت ہے کہ، كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِذَاتِ الرِّقَاعِ، فَإِذَا أَتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَسَيْفُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ تَخَافُنِي قَالَ "لاَ". قَالَ فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قَالَ "اللَّهُ". فَتَهَدَّدَهُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم"ہم الرقاع کی جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس پہنچے اور ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ کے لیے چھوڑ دیا(کہ وہ اس کے سائے میں آرام کر لیں)۔ مشرکین میں سے ایک شخص آیا جب رسول اللہ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔ اس نے خاموشی سے تلوار نیام سے نکالی اور کہا(رسول اللہ ﷺ سے)، کیا تم مجھ سے ڈر رہے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، نہیں۔ اس نے کہا، کون آپ کو مجھ سے بچا سکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ"(بخاری)۔

ریاض الصالحین میں جابرؓ سے روایت ہے کہ اس بہادری کے نتیجے میں مشرک نے تلوار پھینک دی۔

جہاں تک افواج کے سینئر ترین افسران، جرنیلوں، کا تعلق ہے، جو نصرۃ نہ دینے کے لیے اپنی عمر کا بہانہ بناتے ہیں، تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری سالوں کا غور سے جائزہ لینا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ 8 ہجری میں ہونے والے غزوہ حنین میں ساٹھ سال سے زائد عمر کے ہو چکے تھے۔ روایت ہے کہ، فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه

جہاں تک افواج کے افسران کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ ان کے لیے بہترین مثال ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بہادر تھے، اس وقت بھی وہ قطعی خوفزدہ نہ ہوئے جب دشمن نے ان پر تلوار تان لی جبکہ آپ ﷺ غیر مسلح تھے۔

وسلم وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ يَقُودُ بِهِ بَغْلَتَهُ فَنَزَلَ وَدَعَا وَاسْتَنْصَرَ وَهُوَ يَقُولُ «أَنَا النَّبِيُّ لاَ كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ اللَّهُمَّ نَزِّلْ نَصْرَكَ». قَالَ الْبَرَاءُ كُنَّا وَاللَّهِ إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ نَتَّقِي بِهِ وَإِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّا لَلَّذِي يُحَاذِي بِهِ . يَعْنِي النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم .

"لوگ رسول اللہ ﷺ کی جانب مڑے۔ ابوسفیان بن الحارث آپ ﷺ کے گدھے کو کھینچ رہے تھے۔ آپ ﷺ نیچے اترے، نماز پڑھی اور اللہ سے مدد طلب کی۔ آپ ﷺ نے کہا: میں نبی ہوں۔ یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اے اللہ اپنی مدد بھیج۔ البراء نے کہا: جب جنگ شدید ہو گئی، اللہ کی قسم ہم ان کے وجود سے تحفظ حاصل کر رہے تھے، اور ہمارے درمیان سب سے زیادہ بہادر آپ ﷺ تھے جنہوں نے شدید حملے کا سامنا کیا اور وہ نبی ﷺ تھے"(مسلم)۔

اے خلافت کے داعیو! افواج میں موجود مخلص افسران! ہمارے پیارے رسول اللہ ﷺ ہی ہمارے لیے واحد مثال ہیں، اس دنیا میں بہترین مثال اور آخرت میں جن کا ساتھ ہم چاہتے ہیں۔ بہادروں کو سبق لینا چاہیے اس سے پہلے کہ وہ کمزور پڑ جائیں اور خود کو گرا لیں۔ اور ہمیں اس بات کا یقین رکھنا چاہیے کہ وہ جو پہلے بزدل تھے اب خود کو بدل کر بہادر بن جائیں۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ "ایک شخص ہو سکتا ہے جہنمی لوگوں کے اعمال کرے لیکن وہ جنتی لوگوں میں سے ہو گا، اور ہو سکتا ہے کہ وہ جنتی لوگوں کے اعمال کرے لیکن وہ جہنمی لوگوں میں سے ہو، اور یقیناً اعمال پر اجر کا فیصلہ آخری اعمال پر ہوتا ہے(یعنی خاتمہ کس عمل پر ہوا ہے)"(بخاری)۔

اٹھو بھائیو، بہادری کے ساتھ کہ تمہارا وقت قریب آرہا ہے!

ختم شد

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ: اسلام اور مسلمانوں کے پشت پناہ

تحریر: بلال المہاجر

یقیناً معاشروں کی تبدیلی کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قوانین لاگو کر رکھے ہیں۔ یہ وہ قوانین ہیں جن سے ٹکرایا نہیں جاسکتا اور نہ ہی تبدیل کیا جاسکتا ہے، اور ان قوانین میں ایک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قانون ہے، إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ "کسی قوم کی حالت اللہ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے اندر ہے"(الرعد:11)۔ لہٰذا لوگوں کی صورتحال کی تبدیلی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان چیزوں کو تبدیل کریں جو ان میں موجود ہیں جو کہ ان کے افکار، احساسات اور وہ نظام ہے جس کے تحت ان کے درمیان معاملات طے پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ لازم کر دیا ہے کہ وہ اُس بات پر عمل کریں جس کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُن پر فرض کر دیا ہے تاکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں کامیابی عطا فرمائیں کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ "اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا"(محمد:7)۔ تو اگرچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس بات پر مکمل قدرت رکھتے ہیں کہ لوگوں کی جانب سے انگلی بھی ہلائے بغیر اُن کی صورتحال کو تبدیل اور ان کی کامیابی کو یقینی بنادیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانیت پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ عملی اقدامات اٹھائے جس کے عملی نتائج نکلتے ہوں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ فرض قرار دیا ہے کہ اسلامی ریاست و معاشرت کے ذریعے اسلام کی حکمرانی ہو۔ یہ ہدف کوئی ایک فرد یا چند لوگ حاصل نہیں کر سکتے بلکہ اس کے لیے تمام لوگوں کی کوشش ضروری ہے جو اپنے دین سے مخلص ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا اور امت کی نشاۃ ثانیہ چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی ایسا ہی ہوا تھا جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم دین اسلام میں داخل ہوئے جو معاشرے کے مختلف طبقات سے تعلق رکھتے تھے۔

اسلام قبول کرنے سے قبل ابو بکر حجاج کی ضروریات کا خیال کرتے تھے۔ لوگ اپنی مشکلات اور مسائل کے حل کے لیے ان سے رجوع کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی کسی بُت کے سامنے سجدہ نہیں کیا تھا اور اسی طرح اسلام لانے سے قبل بھی وہ شراب نہیں پیتے تھے۔

اسلام میں داخل ہونے والوں میں وہ بھی تھے جو معزز و مشہور تھے، جن کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مکّہ میں مسلمانوں اور اسلام کو حوصلہ اور تقویت ملی۔ اور اِن معززین میں جو سب سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو مضبوطی سے کھڑا کرنے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت اہم کردار ادا کیا تھا کیونکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے قبل بھی قریش کے معززین میں شمار ہوتے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے قبل آپ رضی اللہ عنہ حجاج کی ضروریات کا خیال کرتے تھے اور لوگوں کی مہمان نوازی کرتے تھے۔ لوگ اپنی مشکلات اور مسائل کے حل کے لیے آپ رضی اللہ عنہ سے رجوع کرتے تھے۔ وہ لوگوں میں اپنے اچھے کردار کی وجہ سے بہت مشہور تھے اور لوگ ان سے محبت اور ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ اپنی سخاوت اور لوگوں پر کھلا خرچ کرنے کی وجہ سے بھی مشہور تھے۔ انہوں نے کبھی کسی بُت کے سامنے سجدہ نہیں کیا تھا کیونکہ ان کے روشن فکر دماغ نے انہیں ایسا کرنے سے روکا اور اسی طرح اسلام لانے سے قبل بھی وہ شراب نہیں پیتے تھے۔ آپؓ کو "الصدیق" کا لقب دیا گیا جس کا مطلب ہے "وہ جو انتہائی سچا ہے" کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سچائی کی تصدیق تھی اور ان کی تصدیق اس حد تک گئی کہ معراج کی رات جب اُن سے یہ کہا گیا: "تمہارا دوست راتوں رات کے سفر کا دعویٰ کرتا ہے"، تو انہوں نے جواب دیا: اگر انہوں نے (آپ ﷺ) نے یہ کہا ہے تو وہ سچے ہیں! اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں سچا کہا جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ "اور جو سچے دین کو لائے اور جس نے اس تصدیق کی، یہی لوگ پارسا ہیں"(الزمر:33)۔

یقیناً ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے لوگوں میں ایک معزز ہونے کے ناطے اسلام کی حمایت اور اس کی

مضبوطی کے لیے کام کیا۔ جس کسی کو بھی اپنی صورتحال میں اس قسم کے وصف سے نوازا جاتا ہے تو اس کی رائے اہمیت رکھتی ہے اور لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ کسی بھی تصور پر اُس کا ایمان لوگوں کے لیے اُس تصور کی سچائی اور درستگی کا پیمانہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا، پھر اپنے قبیلے غفار کی جانب لوٹنا اور انہیں اسلام کی دعوت دینا، اور اُن کے قبیلے کا اسلام قبول کرنا، ایسا اس لیے ہوا کیونکہ وہ اُن کے معززین میں سے تھے، اُن کے لوگ اُن سے بہت متاثر تھے اور جب انہوں نے اپنے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو وہ اس دعوت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اس حد تک متاثر ہوئے کہ پورا قبیلہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ لہٰذا معززین کا کردار بہت ہی اہم ہوتا ہے اور اپنے معاشرے کی قیادت ہونے کے ناطے اُن پر اللہ کے قوانین کے ذریعے معاشرے کی تبدیلی کی ذمہ داری ہوتی ہے اور یہ ذمہ داری ایک عام آدمی کے مقابلے میں اُن پر کہیں زیادہ ہوتی ہے جس کا معاشرے پر اثر و رسوخ بہت ہی محدود ہوتا ہے یا صرف اپنے خاندان تک ہی ہوتا ہے۔ اگر ایسے لوگ امت کی نشاۃ ثانیہ کے لیے کام نہیں کرتے تو ایسا کرنے کا گناہ ایک عام مسلمان کے گناہ سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے وہ عظیم صحابہ رضی اللہ عنہم جو ان صفات کے حامل تھے، انہوں نے اس ذمہ داری کو سمجھا اور اسلام میں ابو بکر، عمر بن خطاب، حمزہ ابن عبد المطلب، عثمان بن عفان اور عبد الرحمان بن عوف رضوان اللہ علیھم اجمعین کا داخل ہونا صرف مسلمانوں کی تعداد میں اضافے کا باعث نہیں بنا بلکہ اسلام کی مضبوطی اور حمایت کا باعث بھی بنا۔

رسول اللہ ﷺ کے ہر صحابی نے اسلام میں داخل ہونے کے بعد ایسا کام کیا جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتا تھا۔ ابو بکر صدیق کا امتیاز یہ تھا کہ وہ اسلام کی دعوت اور اس کی حکمرانی کے قیام کی دعوت میں ہر وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ قبائل کے شجرہ نسب اور اُن کے معززین کو جانتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی اس خاصیت نے رسول اللہ ﷺ کی بہت معاونت کی کہ کس قبیلے سے رابطہ کیا جائے اور انہیں اسلام کی دعوت دی جائے اور

> **آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے لیے اپنی دولت میں سے کچھ نہیں رکھا۔ آپ نے کئی صحابہ کی رہائی کے لیے تاوان ادا کیے جن کو قریش کے مظالم کا سامنا تھا۔ جب ان کی موت واقع ہوئی تو انہوں نے کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا تھا جبکہ وہ اس وقت خلیفہ رسول ﷺ تھے۔**

ان سے اسلام کے لیے نصرۃ طلب کی جائے تا کہ اسلام کی حکمرانی ایک ریاست کی شکل میں قائم ہو۔

ابو ابن تغلیب نے عکرمہ سے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی: علی ابن ابی طالب نے مجھے بتایا: جب اللہ نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا کہ وہ قبائل عرب کے سامنے اپنے آپ کو پیش کریں تو آپ ﷺ میرے اور ابو بکر کے ساتھ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے جہاں عربوں کی ایک مجلس ہو رہی تھی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ان سے ملے، وہ اچھے اعمال کرنے اور عربوں کے شجرہ نسب جاننے کی وجہ سے مشہور تھے۔۔۔ تب پھر ہم ایک اور مجلس کی جانب بڑھے جو کہ اچھے اور معزز لوگوں کی مجلس تھی۔ ابو بکر آگے بڑھے اور ان سے ملے اور کہا: "آپ کون ہیں؟"، انہوں نے کہا: "بنی شعبان ابن ثعلبہ"۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی جانب مڑے اور کہا: "میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ یہ بہترین لوگ ہیں"۔

لہٰذا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صرف اس بات سے ہی مطمئن ہو کر بیٹھ نہیں گئے تھے کہ وہ تو مسلمان ہو گئے ہیں جیسا کہ آج کے دور میں اکثر معززین کا رویہ ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور حج و عمرہ کے لیے جاتے ہیں لیکن اپنی زندگی کا زیادہ تر وقت دنیا کے حصول اور اپنے بیوی بچوں کے "مستقبل" کو محفوظ بنانے میں لگا دیتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سب کچھ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے لگا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے لیے اپنی دولت میں سے کچھ نہیں رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کئی صحابہ کی رہائی کے لیے تاوان ادا کیے جن کو ان کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے قریش کے مظالم کا سامنا تھا۔ انہوں نے ایسے خرچ کیا کہ جب ان کی موت واقع ہوئی تو انہوں نے کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا تھا جبکہ وہ اس وقت خلیفہ رسول ﷺ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ فرمان لاگو ہوتا ہے، وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا

أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ "اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو، یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے"(القصص:77)۔

یقیناً معاشرے کے متعلق آگاہی اور معلومات اور معاشرے میں ان کی عزت انہیں اُس معاشرے کا حقیقی معنوں میں اثر و رسوخ رکھنے والا بنا دیتا ہے۔ اسلام کی بنیاد پر رائے عامہ بنانا اُن کی استعداد میں ہوتا ہے۔ لہٰذا معززین کا یہ کردار ہونا چاہیے کہ وہ کرپٹ نظام کو اسلام کے طرزِ زندگی سے تبدیل کرنے کے لئے رائے عامہ بنائیں جو انتہائی ضروری ہے اور اُس ریاست کو قائم کریں جہاں اسلام کی بنیاد پر حکمرانی ہو۔ یہ معززین کی ذمہ داریوں میں سے پہلی ذمہ داری ہے کیونکہ اگر وہ لوگوں کو پکاریں گے تو لوگ اُن کی سنیں گے اور اُن کی پیروی کریں گے۔ اس کے علاوہ معززین کے پاس یہ صلاحیت بھی ہوتی ہے کہ وہ اہل قوت تک رسائی حاصل کریں اور انہیں متاثر کریں جو ظالم حکمرانوں سے اقتدار چھین کر نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے خلافت کے سچے داعیوں کے حوالے کرسکتے ہیں۔ لہٰذا اگرچہ وہ اہلِ نصرۃ میں سے نہیں ہوتے لیکن انہیں اہلِ نصرۃ پر اثر و رسوخ حاصل ہوتا ہے۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت کی پیروی کریں کہ وہ اہلِ نصرۃ کو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی جدوجہد کرنے والے داعیوں کی حمایت کے لیے راضی اور مجبور کریں۔

اگر وہ اپنی ذمہ داری کی ادائیگی نہیں کرتے تو وہ گناہگار ہوں گے کیونکہ اسلام کے لیے نصرۃ طلب کرنا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے جیسا ہے، بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ یہ نصرۃ اسلام اور اس کی ریاست کے قیام کے لیے مانگی جاتی ہے جو صرف اللہ کی راہ میں جہاد کی ادائیگی کی ہی ذمہ دار نہیں ہوتی بلکہ اسلام کے تمام فرائض کی ادائیگی کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

> **معززین کی ذمہ داری ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کریں کہ وہ اہل نصرۃ کو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی جدوجہد کرنے والے داعیوں کی حمایت کے لیے راضی کریں۔ اگر وہ اپنی ذمہ داری کی ادائیگی نہیں کرتے تو وہ گناہگار ہوں گے کیونکہ اسلام کے لیے نصرۃ طلب کرنا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے جیسا ہے**

ان معززین کا یہ ذمہ داری ادا نہ کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی اتاری ہوئی وحی سے ہٹ کر ہونے والی حکمرانی اور اس کے نتیجے میں امت کے زوال پر مطمئن ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس کوتاہی میں ان لوگوں پر سخت گناہ ہے جو شریعت کے نفاذ میں کردار ادا کرسکتے ہیں اور ان کے کردار ادا نہ کرنے کی وجہ سے امت پر تباہی و بربادی مسلط رہتی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا "اس سے پہلے تو انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ سے کیے وعدے کی باز پرس ضرور ہوگی"(الاحزاب:15) اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ * وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ "اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دوبدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا۔ اور جو شخص اِن سے اُس وقت پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو یا جو (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے۔ باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، وہ بہت ہی بری جگہ ہے"(الانفال:16-15)

ختم شد

لبرل ورلڈ آڈر اور نئ بین الاقوامی صورتحال جس کا تعین خلافت کرے گی

تحریر: انجینئر معیز

بین الاقوامی آرڈر یا عالمی آرڈر سے مراد عموماً کوئی ایک ریاست یا دنیا کی مختلف ریاستوں کے مابین تعلقات کی نوعیت ہوتی ہے۔ حقیقت میں وہ تعلقات جو بین الاقوامی یا ورلڈ آرڈر کا تعین کرتے ہیں وہ اہم عالمی طاقتوں کے مابین تعلقات ہوتے ہیں۔ لہٰذا کسی ایک معین وقت پر بین الاقوامی صورتحال یا بین الاقوامی کشمکش کا تعین اس دور کے اہم طاقتوں کے درمیان تعلقات کی نوعیت سے ہوتا ہے۔

لفظ "عالمی" یا "ورلڈ" آرڈر کے معنی سمجھنے میں غلطی کی جاتی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ موجودہ بین الاقوامی آرڈر کو سمجھا جائے جو درحقیقت لبرل یا ویسٹ فیلیا (Westphalian) آرڈر ہے۔ اس آرڈر کی تعمیر بین لاقوامی تعلقات کے حوالے سے مغربی فکر کی بنیاد پر ہوئی ہے جس پر پہلے مغربی یورپ کے ممالک 1648 عیسوی میں جرمنی کے شہر ویسٹ فیلیا میں متفق ہوئے اور جس کو بعد میں پورے یورپ اور پھر تقریباً تمام دنیا نے قبول کرلیا۔ ویسٹ فیلیا کے معاہدے نے خود مختاری کا منفرد تصور دیا اور خود مختاری کے اس مخصوص تصور کی بنیاد پر بین الاقوامی تعلقات کو چلانے کے لیے مخصوص اصول بیان کیے گئے۔ ریاست کی خود مختاری یا اس کا اختیار ایک مخصوص جغرافیائی حدود میں مقید تھی اور ریاست کا تصور یہ تھا کہ وہ ایک ایسا ادارہ ہے جو کسی دوسری حکومت یا حکمران سے آزاد ہے۔ بین الاقوامی تعلقات کو ایسے دیکھا گیا کہ وہ ایک مخصوص ریاست کی جانب سے کیے جانے والے اعمال ہیں نہ کہ کسی مخصوص حکومت یا حکمران کے اعمال ہیں۔ اور ریاستوں کی برابری کا اعلان کیا گیا لیکن جس کا مطلب یہ قطعی نہیں تھا کہ وہ بین الاقوامی تعلقات کو متعین یا ان کو مخصوص شکل دینے کی بھی برابر صلاحیت رکھتی ہیں۔ ریاستوں کی برابری کا مطلب یہ تھا کہ ایک ریاست، اس بات سے قطع نظر کہ وہ کتنی چھوٹی اور کمزور ہے، کو خود مختار تسلیم کیا جائے گا اور اس کے کچھ مخصوص حقوق ہوں گے جیسا کہ وہ اپنے اندرونی سیاسی نظام کو کسی بھی بیرونی مداخلت کے بغیر بنانے میں آزاد ہو گی۔ ویسٹ فیلیا کے معاہدے کی سب سے اہم بات یہی تھی کہ اس کے تحت خود مختاری کو ایک مخصوص زاویے سے دیکھا گیا۔ ریاستوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ کسی دوسری ریاست کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گی اور اس بات کو تسلیم کیا کہ حکومت یا حکمران کو اپنے علاقے میں مکمل خود مختاری حاصل ہو گی اور اس کی خلاف ورزی نہیں کی جائے گی اور جو حقوق اسے اپنی حدود میں حاصل ہیں اس کی بھی خلاف ورزی نہیں کی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ریاستوں نے اس اصول پر اتفاق کیا کسی مخصوص ریاست کی حدود کو بڑھانے کے لیے یا کسی دوسری ریاست کی حدود کو گھٹانے کے لیے قوت کو استعمال میں نہیں لایا جائے گا۔ سیدھی طرح بات کی جائے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ فوجی طاقت کے زور پر سرحدوں کو تبدیل نہیں کیا جائے گا چاہے ایک طاقتور ریاست ایسا کرنے کی مادی صلاحیت اور اخلاقی جواز ہی کیوں نہ رکھتی ہو۔ خود مختاری ایک مخصوص جغرافیے میں محدود تھی۔ اور اس طرح قومی ریاست کا تصور وجود میں آیا۔

> **ویسٹ فیلیا کے معاہدے سے طاقت کے توازن کا جو تصور نکلا تھا وہ درحقیقت بڑی طاقتوں کے درمیان دنیا کو آپس میں بانٹنے کا معاہدہ تھا اور بین الاقوامی صورتحال میں کسی بھی تبدیلی کی مزاحمت کرنا تھا**

اس اصول کے ساتھ، کہ قوت کے زور پر سرحدوں کو تبدیل نہیں کیا جائے گا، "طاقت کے توازن" کا تصور بھی سامنے آیا۔ ویسٹ فیلیا کا معاہدہ عیسائی یورپ کے مخصوص اندرونی اور بیرونی صورتحال کے تناظر میں سامنے آیا تھا۔ اندرونی طور پر یورپ عیسائیت میں موجود مختلف فرقوں کے مابین ہونے والی جنگوں، بادشاہوں اور جاگیرداروں، بادشاہوں اور کلیسا اور خود بادشاہوں کے مابین ہونے والی طاقت کی کشمکش کی وجہ سے منقسم تھا۔ بیرونی محاذ پر اسلامی خلافت اپنی فتوحات کی وجہ سے عیسائی یورپ کے لیے خطرہ تھی، اور عثمانی خلافت کی خارجہ پالیسی کا عمومی طریقہ کار یہی تھا۔ اس مخصوص صورتحال نے یورپیوں کو اس بات پر ابھارا کہ وہ خود مختاری کے تصور کی ترویج کریں جس کے نتیجے میں ایک ریاست کو دوسری ریاست کی مداخلت سے تحفظ حاصل ہو سکے۔ یہ کہا گیا کہ خود مختاری کا یہ مخصوص نقطہ نظر تنازعات کو کم کرے گا اور یورپ میں امن اور خوشحالی کا دور لائے گا۔ اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ اگر کسی ایک ریاست کی سرحدوں کے تقدس کو کوئی دوسری ریاست پامال کرتی

ہے تو باقی تمام ریاستیں مل کر جارح ریاست کو بھگائیں گی اور طاقت کے توازن کو بحال کریں گی اور اس طرح بین الاقوامی امن بھی بحال ہو گا۔

ویسٹ فیلیا کے معاہدے کے پیچھے جو جذبہ کارفرما تھا وہ یہ تھا کہ بین الاقوامی تنازعات کو حل کرنے کے لیے فوجی قوت کے استعمال کے تسلسل کو کم کیا جائے۔ اور جب تنازعات کو حل کرنے کے لیے فوجی قوت کے استعمال کی حوصلہ شکنی کی گئی تو بین الاقوامی تعلقات کو چلانے کے لیے ایسے قوانین اختیار کیے گئے جن کا انحصار سیاسی اعمال پر زیادہ تھا۔ یہ سیاسی اعمال اہم طاقتوں کے مابین ایک حد تک اس اتفاق رائے پر مبنی ہوتے تھے کہ بین الاقوامی معاملات کیسے چلانے ہیں۔ لہٰذا ویسٹ فیلیا کے معاہدے سے ایک اور تصور سامنے آیا: یورپی ریاستوں کی سمٹس (summits) کا۔ یہ تصور یورپی ریاستوں کے لیے تھا کہ وہ تسلسل سے ملتے رہیں گے تا کہ ان کے مسائل کے حل کے لیے اتفاق رائے پیدا کیا جاسکے اور آپس کے مشوروں اور اتفاق سے وہ اپنے قومی مفاد کا بھی تحفظ کر سکیں۔ سمٹ کانفرنسوں کا یہ تصور بعد میں سپر پاورز کی سمٹس میں تبدیل ہو گیا جہاں وہ عالمی اور علاقائی مسائل پر فیصلے سپر پاورز کے مفادات کی روشنی میں کریں گے۔ ویسٹ فیلیا کے معاہدے سے ہی بین الاقوامی آرڈر کے قوانین نکلے اور وہ بنیاد بنی جسے آج ہم بین الاقوامی قانون کہتے ہیں۔

ویسٹ فیلیا کے معاہدے سے طاقت کے توازن کا جو تصور نکلا تھا وہ درحقیقت بڑی طاقتوں کے درمیان دنیا کو آپس میں بانٹنے کا معاہدہ تھا اور بین الاقوامی صورتحال میں کسی بھی تبدیلی کی مزاحمت کرنا تھا اور اس طرح بین الاقوامی صورتحال کو مخصوص شکل دینے کی صلاحیت اور طاقت پر اپنی اجارہ داری کو برقرار رکھنا تھا۔

اس طرح ویسٹ فیلیا کے تصورات: خود مختاری کو ایک جغرافیے میں محدود کرنا، سرحدوں کو تبدیل یا تنازعات کو حل کرنے کے لیے عسکری قوت کے استعمال کی حوصلہ شکنی، طاقت کے توازن کا نظریہ، بین الاقوامی سمٹس کا تصور، بین الاقوامی قانون اور خارجہ تعلقات اصولوں پر مبنی اور موجودہ عالمی طاقت اور اس

آج کا عالمی آرڈر جو امریکہ کے زیر اثر ہے یہ بھی اسی ویسٹ فیلیا تصورات پر مبنی ہے۔ امریکی پالیسی ساز اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ پچھلے 70 سالوں میں علاقائی یا عالمی سطح پر اہم طاقتوں کے درمیان کوئی براہ راست فوجی تنازع پیدا نہیں ہوا

کے اثر و رسوخ کو برقرار رکھنا، یہ سب کچھ وہ بنیاد بن گئے جن پر ویسٹ فیلیا کے معاہدے کے بعد کی دنیا میں خارجہ پالیسی چلائی جاتی ہے۔

ہم دنیا کے اہم ریاستوں کی خارجہ پالیسی میں ویسٹ فیلیا کے تصورات کے نفاذ کو دیکھ سکتے ہیں۔ مختلف ریاستیں وقت کے ساتھ ساتھ اپنی اندرونی سیاسی صورتحال میں تبدیلی، سیاسی، فوجی اور معاشی طاقت میں تبدیلی کی وجہ سے کمزور یا طاقتور ہو جاتی ہیں۔ جنگیں اور تنازعات چلتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے بھی کسی مخصوص دور کی اہم طاقتیں کمزور یا طاقتور ہو جاتی ہیں۔ بڑی طاقتوں کی قوت و صلاحیت میں کمی بیشی کا جو نتیجہ نکلتا ہے اسے طاقت کا توازن بگڑ جانا کہتے ہیں۔ جب بھی ایسا ہوتا ہے تو بڑی طاقتوں کی جانب سے جنگیں شروع کی جاتی ہیں جن کا مقصد ویسٹ فیلیا کے تصورات کے مطابق طاقت کے توازن کو قائم کرنا ہوتا ہے۔ ایسا انیسوی صدی میں نپولین کی جنگوں میں ہوا جب فرانس نے نپولین کی سربراہی میں یورپ کی کئی ریاستوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی تھی۔ اور ایسا اٹھارویں صدی کے دوسرے حصے میں ہوا جب روس نے کریمیا اور کچھ دوسرے علاقوں کو عثمانی خلافت سے کاٹ کر اپنی ریاست میں ضم کر لیا۔ اس کے ایک اور مثال پہلی جنگِ عظیم ہے جب برطانیہ، فرانس اور روس نے جرمنی سے اور اس کے عثمانی خلافت کے ساتھ اتحاد سے خطرہ محسوس کیا اور ان کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ اس کے علاوہ دوسری جنگِ عظیم بھی اسی کی مثال ہے جب جرمنی نے یہ محسوس کیا کہ اسے یورپ میں طاقت کے توازن میں اس کے جائز حصے سے محروم کیا جا رہا اور اس کو اپنے حق میں تبدیل کرنے کے لیے فوجی طاقت کا استعمال کیا۔ امریکہ اور روس نے عالمی طاقت کے توازن کو تبدیل کرنے کا موقع جان کر علاقائی اور عالمی طاقت کے توازن کو بحال کرنے کے نام پر یورپ اور ایشیا میں مداخلت کی۔

آج کا عالمی آرڈر جو امریکہ کے زیر اثر ہے یہ بھی اسی ویسٹ فیلیا تصورات پر مبنی ہے۔ امریکی پالیسی ساز اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ پچھلے 70 سالوں میں علاقائی یا عالمی سطح پر اہم طاقتوں کے درمیان کوئی براہِ راست فوجی تنازع پیدا نہیں ہوا۔ وہ اس کی وجہ عظیم طاقتوں

کے درمیان کامیابی سے تعلقات کی تنظیم اور طاقت کے توازن کے قیام کو قرار دیتے ہیں۔ درحقیقت آج کی دو اہم طاقتوں، چین اور روس، کے متعلق امریکہ کی خارجہ پالیسی کا مقصد، جن کو وہ اپنا مدمقابل اور دشمن سمجھتا ہے، یہ ہے کہ ان کی اٹھان کو علاقائی طاقت کے توازن کے ذریعے محدود کیا جائے اور اگر ضرورت پڑے، جیسا کہ چین کی صورت میں، تو عالمی طاقت کے توازن میں اس کو بھی شامل کرلے۔ ایشیا پیسفک خطے میں امریکہ کی چین کے متعلق پالیسی یہ ہے کہ چین کو مشرق اور جنوب چینی سمندر میں تنازعات کو حل کرنے کے لیے فوجی طاقت کے استعمال سے باز رکھے۔ جہاں تک روس کا تعلق ہے تو امریکہ یورپ کے ساتھ اتحاد کر کے اس کے خلاف سخت پابندیاں لگاتا ہے کہ اس نے یوکرین میں طاقت کا ستعمال کر کے سرحدوں کو تبدیل کیا ہے اور یہ ویسٹ فیلیا تصورات کی خلاف ورزی ہے۔ اس طرح امریکہ ویسٹ فیلیا تصورات پر زور دیتا ہے اور یہ موجودہ عالمی آرڈر کا حصہ ہے۔

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد سے بین الاقوامی سطح پر بڑی طاقتوں کے درمیان کوئی سنجیدہ مقابلہ یا کشمکش نہیں ہے کیونکہ اب امریکہ عالمی امور کے انتظام میں بالادست ہے۔ اس لیے بین الاقوامی تعلقات اب زیادہ تر علاقائی سطح پر چلائے جارہے ہیں جن میں علاقائی سطح پر ریاستوں کے مابین تعلقات کو کوئی بھی شکل دینے میں امریکہ کا کردار ہوتا ہے۔ اس لیے وہ جنوب مشرقی ایشیا میں چین کی اُبھرتی طاقت کو محدود کرنے کے لیے جنوبی ایشیا میں بھارت کو بڑی طاقت بننے میں مدد فراہم کر رہا ہے، جارح روس کو یورپ میں روک رہا ہے اور یورپ کو کمزور رکھ رہا ہے تاکہ معاشی میدان میں اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اس نے شمالی یا جنوبی امریکہ میں کسی بھی بین الاقوامی مقابلے کو ہونے ہی نہیں دیا اور افریقہ کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے یورپ کے ساتھ مقابلہ کیا، جبکہ مشرقِ وسطیٰ کو اُس نے اِس کے تیل اور اسٹریٹیجک محل و وقوع کی وجہ سے اپنے قابو میں رکھا ہوا ہے۔ ان تمام خطوں میں امریکہ خارجہ پالیسی کے نفاذ میں عموماً ویسٹ فیلیا کے تصورات کی پیروی کی گئی ہے۔

> **مسلم دنیا میں ویسٹ فیلیا کے تصورات یورپی استعماریوں نے عثمانی خلافت اور برصغیر پاک و ہند میں مسلم حکمرانی کے خاتمے کے بعد مصنوعی طور پر متعارف کرائے تھے۔**

لیکن چند اہم واقعات ایسے ہیں جہاں ویسٹ فیلیا کے تصورات کی پیروی نہیں کی گئی۔ دوسری ریاستوں کے معاملات میں عدم مداخلت کی ویسٹ فیلیا کے کے تصور کی مکمل نفی کی گئی جب سرد جنگ کے دوران مغربی اور مشرقی کیمپ نے اپنے حکمرانی کے نمونے، معیشت کی تنظیم، معاشروں کی معاشرتی تنظیم، خارجہ پالیسی کے نفاذ یعنی مختصر یہ کہ انسانی معاشرے کو چلانے کے لیے اپنے اپنے نقطہ نظر کو دوسری ریاستوں پر مسلط کیا۔

اس کے علاوہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد مغربی طاقتوں نے خود مختاری کی ایک نئی تعریف متعارف کرائی جو ذمہ داری کے تحفظ کے تصور پر مبنی ہے۔ اس کے مطابق ایک حکومت اپنی خود مختاری کا حق کھو دیتی ہے اگر اس کے کسی عمل کے نتیجے میں انسانی بحران پیدا ہو جائے۔ لہٰذا مغربی حکومتوں نے حقیقت پسندی کو اپناتے ہوئے دوسری ریاستوں میں عدم مداخلت کے ویسٹ فیلیا کے تصور کی نفی کی جب ایسا کرنا ان کے مفاد کے حصول میں معاون ہوتا ہو۔ اس کے علاوہ مغربی حکومتوں نے صرف کمزور اور زیر دست ریاستوں کے امور میں ہی مداخلت نہیں کی بلکہ سیٹلائیٹ ریاستوں کے امور میں بھی کسی نہ کسی بہانے سے مداخلت کی۔ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ ویسٹ فیلیا کے تصورات آزاد ریاستوں کے درمیان تعلقات کو منظم کرنے کے لیے لاگو کیے گئے نہ کہ تمام ریاستوں پر لاگو کرنے کے لیے۔

ویسٹ فیلیا تصورات کو سب سے زبردست چیلنج دو خطوں سے درپیش ہیں اور یہ دونوں مختلف تصورات رکھتے ہیں۔ یورپ کا معاشی بنیادوں پر اکٹھا ہونے کا منصوبہ: جو اس لیے شروع کیا گیا تھا تاکہ ایک طاقتور معاشی بلاک قائم کیا جائے جس میں یورپی ممالک ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہوں اور اس طرح وہ ایک دوسرے خلاف جنگ پر نہ جائیں گے جیسا کہ دوسری جنگ عظیم میں ہوا تھا، اور یہ سلسلہ یورپ کے سیاسی اشتراک پر جا کر ختم ہو۔ اس منصوبے کے ذریعے یورپین فری ٹریڈ زون اور یوروزون وجود میں آئے۔ کچھ دانشور اسے 'جدید عہد کے بعد کا دور' کہتے ہیں۔ جدید دور ویسٹ فیلیا کا دور تھا، قومی ریاستوں اور قومی سرحدوں کا دور تھا۔ جدید دور کے بعد کا عہد ایک ایسا دور ہوگا جہاں قومی سرحدیں معنی نہیں رکھتیں اور جہاں ویسٹ فیلیا کے تصورات اپنی اہمیت کھو بیٹھے ہیں۔ یورپی یونین اور یوروزون اس دور کی مثالیں ہیں جسے کچھ لوگوں نے دنیا کے لیے آگے بڑھنے کا طریقہ کہا۔ لیکن یوروزون اور یورپی یونین نے جن معاشی مسائل کا سامنا پچھلی ایک دہائی میں کیا ہے اس کی وجہ سے

یورپ میں جدید دور سے پہلے کے اور قوم پرستی کے عہد کی واپسی ہوئی ہے۔ یورپ کی تناظر میں کچھ لوگ اسے تاریخ کی واپسی کہتے ہیں جہاں ویسٹ فیلیا کے تصورات ایک بار پھر واپس آئے ہیں۔

دوسرا خطہ جہاں ویسٹ فیلیا کے تصورات نے بڑے چیلنج کا سامنا کیا اور یہ تصور بالکل گر گیا وہ مشرق وسطیٰ یا مسلم دنیا ہے۔ مسلم دنیا میں ویسٹ فیلیا کے تصورات یورپی استعماریوں نے عثمانی خلافت اور برصغیر پاک و ہند میں مسلم حکمرانی کے خاتمے کے بعد مصنوعی طور پر متعارف کرائے تھے۔ ان تصورات کو جابر حکومتوں نے، جو مغربی ریاستوں کی غلام تھیں، قوت کے زور پر مسلم معاشروں پر مسلط کیا کہ وہ قومی ریاستوں اور سیکولر سیاست کے تصورات کو قبول کر لیں۔ لیکن عرب بہار اور وسیع اسلامی بیداری نے مشرق وسطیٰ میں کچھ ریاستوں کو ٹوٹنے پر مجبور کر دیا جبکہ دیگر مسلم اکثریتی ریاستیں اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہی ہیں۔ مسلم دنیا میں ویسٹ فیلیا کے تصورات کے ناکامی خالصتاً نظریاتی ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں میں ایک طاقتور مذہبی شناخت پیدا کرتا ہے جو دوسری تمام شناخت پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اسلامی امّہ کا یہ تصور کہ تم باقی تمام کو چھوڑ کر ایک امت ہو، اسلامی ثقافت میں بار بار اور پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ویسٹ فیلیا کا تصور قومی ریاست مغربی یورپ میں سیکولرازم کے تصور کے ساتھ سامنے آیا تھا اور ان دونوں کی مغربی ریاستوں نے پوری دنیا میں ترویج کی۔ مسلم دنیا میں بھی یہ دونوں تصورات اسی دوران متعارف کرائے گئے لیکن ان دونوں تصورات کو مسلم دنیا نے مکمل طور پر مسترد کر دیا۔

اس کے علاوہ ایک اور چیلنج جو ویسٹ فیلیا کو درپیش ہے وہ گلوبلائزیشن اور عالمی شراکت داریاں ہیں۔ ریاستیں مسلسل ایسے مسائل کا سامنا کر رہی ہیں جو قومی سرحدوں سے باہر نکل جاتے ہیں۔ ماحولیاتی تبدیلیاں، سائبر سپیس یا بیماریاں چند مثالیں ہیں۔ اسی تناظر میں معاشی انحصار کی وجہ سے آزاد تجارت کے معاہدے اور بین الاقوامی مالیاتی مارکیٹس کو اختیار کرنا اپنی مرضی پر منحصر ہے جس سے کبھی بھی واپس ہوا جا سکتا ہے۔

اس بات پر بڑی طاقتوں کے درمیان اتفاق رائے ہے کہ ویسٹ فیلیا کے تصورات کو تقریباً پوری دنیا نے قبول کر لیا ہوا ہے (سوائے مشرق وسطیٰ کے) اور اسی لیے کسی بھی نئ ریاست کی تخلیق کی خواہش جائز نہیں ہے۔

لیکن اس کے باوجود معاشی طور پر ایک دوسرے پر انحصار کرنا گلوبلائزیشن کے لیے ایک چیلنج ہے۔ گلوبلائزیشن اور عالمی شراکت داریوں کے حوالے سے مغرب میں ایک بحث ہے کہ اس کے حوالے سے ایک مشترک جواب آنا چاہیے۔ ویسٹ فیلیا کے تصورات کی ایک نئی تشریح کو ان مسائل کے حل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

افغانستان میں اپنے استعماری عزائم کو چھپانے اور اپنے قبضے کو جائز ثابت کرنے کے لیے امریکہ نے دنیا کے سامنے خود مختاری کی ایک نئی تشریح رکھی ہے۔ وہ یہ کہتا کہ کوئی بھی خود مختار قوم ویسٹ فیلیا تصورات کے تحت اپنا حق کھو بیٹھتی ہے اگر اس کا علاقہ کسی اور قوم کے خلاف استعمال ہو اور وہ ان لوگوں کا احتساب کرنے سے انکار کر دیتی ہے جنھوں نے اس کی سرزمین دوسری قوم کے خلاف استعمال کی ہو۔ بعد میں امریکہ نے اس توجیح کو مزید وسعت دی تاکہ مسلم ممالک میں مداخلت کر سکے۔ اب کچھ امریکی دانشور گلوبلائزیشن اور عالمی شراکت داریوں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے خود مختاری کی اس تعریف کو پیش کر رہے ہیں جس کو استعمال کرتے ہوئے افغانستان پر حملہ کیا گیا تھا اور اسے خود مختار فریضہ کہہ رہے ہیں۔ اس تصور کے تحت ریاستوں کا اپنی سرحدوں میں ہونے والی ان کاروائیوں پر احتساب کیا جائے گا جس سے دوسری ریاستیں متاثر ہوں۔ مثال کے طور پر کاربن کا اخراج، سائبر حملے، دنیا کو کسی خطرناک بیماری کے حوالے سے خبردار کرنے میں ناکامی یا عسکری گروہوں کو محفوظ اڈے فراہم کرنا۔ لیکن یہ تصور ابھی زیر تعمیر ہے اور کبھی بین الاقوامی مسائل پر لاگو کیا جاتا ہے۔

ویسٹ فیلیا کے تصورات کی آڑ لے کر امریکہ نے کچھ مسلم ممالک میں یہ کہتے ہوئے مداخلت کی کہ وہ ایک جائز حکومت کو عسکری گروپوں کی حملے سے بچانے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔

اس بات پر بڑی طاقتوں کے درمیان اتفاق رائے ہے کہ ویسٹ فیلیا کے تصورات کو تقریباً پوری دنیا نے قبول کر لیا ہوا ہے (سوائے مشرق وسطیٰ کے) اور اسی لیے کسی بھی نئ ریاست کی تخلیق کی خواہش جائز نہیں

ہے۔ درحقیقت بیسویں صدی میں کئی ممالک کا بنا اپنی قسمتوں کا خود فیصلہ کرنے کے نعرے (حق خود ارادیت) اور نو آبادیاتی دور کے خاتمے کی وجہ سے تھا۔ امریکہ اور سوویت یونین دونوں نے نو آبادیاتی دور کے خاتمے کی پالیسی کی حوصلہ افزائی کی تاکہ عالمی اور علاقائی امور میں یورپی ممالک کے کردار اور اثر ورسوخ کو کم کیا جائے۔ لہٰذا نو آبادیاتی دور کے خاتمے کے بعد حق خود ارادیت کی حمایت کرنے کی پالیسی اب ختم ہو گئی ہے۔ بلکہ اب حق خود ارادیت کو ویسٹ فیلیا کی عینک سے دیکھا جاتا ہے اور اسے دوسرے ملک کے اندرونی معاملے میں مداخلت تصور کیا جاتا ہے۔

اسلام بین الاقوامی تعلقات اور بین الاقوامی صورتحال کے حوالے سے بالکل منفرد نقطہ نظر رکھتا ہے جو کہ مکمل طور پر نظریاتی ہے۔ اسلامی ریاست ویسٹ فیلیا کی قومی ریاست اور اس کی سرحدوں کے تقدس، طاقت کے توازن کو بنانے اور برقرار رکھنے یا عالمی یا علاقائی حکومتی ڈھانچے کو بنانے والے اصول جن پر چلنا تمام ریاستوں پر لازم ہے، کو قطعی تسلیم نہیں کرتا۔ اسلام بین الاقوامی صورتحال کو فوری طور پر تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ پوری انسانیت تک اسلام کے پیغام کو پہنچانے کے لیے موافق صورتحال پیدا کی جائے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن میں کہا، كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے واسطے پیدا کیے گئے ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"(آل عمران:110)۔ اسلام اسلامی عقیدے کی بنیاد پر طاقتور اسلامی شناخت کا احساس پیدا کرتا ہے جو قبائلی، لسانی یا کسی بھی دوسری شناخت پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا، إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ "(یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی ہیں"(الحجرات:10)، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ "اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو تمہارے کنبے اور قبیلے

> **اسلامی ریاست ویسٹ فیلیا کی قومی ریاست اور اس کی سرحدوں کے تقدس، طاقت کے توازن کو بنانے اور برقرار رکھنے یا عالمی یا علاقائی حکومتی ڈھانچے کو بنانے والے اصول جن پر چلنا تمام ریاستوں پر لازم ہے، کو قطعی تسلیم نہیں کرتا۔**

بنا دیے ہیں۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے"(الحجرات:13)۔ صرف اسلام کا عقیدہ اختیار کر لینے سے اسلامی امت کا حصہ بن جانا ایک طاقتور اسلامی شناخت کا احساس پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے اسلام عالمی سیاست میں ایک متحرک قوت کے طور پر سامنے آیا جب یہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد عالمی سطح پر پہلی بار سامنے آیا تھا۔ اس کا پیغام آفاقی اور مکمل تھا۔

اسلامی امت کا حصہ بننے پر ہر ایک کو خوش آمدید کہا جاتا ہے اس بات سے قطع نظر کہ اس کا پچھلا عقیدہ کیا تھا، وہ کس نسل سے تعلق رکھتا ہے، کیا زبان بولتا ہے، مرد ہے یا عورت۔ اسلام نے ایک ایسی ریاست کا تصور پیش کیا جو پھیلتی رہتی ہے اور جس کی کوئی حدود متعین نہیں ہوتی۔ اسلامی ریاست کے پھیلاؤ کا مقصد نئے علاقوں میں اسلام کی حکمرانی کا قیام ہوتا ہے۔ اسلامی حکومت کا قیام قدرتی طور پر اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دینا ہوتا ہے کیونکہ جو نئے علاقے اسلامی ریاست کا حصہ بنتے ہیں وہاں پر حکمرانی اسلام کے قانون کے مطابق کی جائے گی۔ اس طرح ریاست کے نئے شہریوں کو اسلامی معاشرے اور غیر اسلامی معاشرے، دونوں میں رہنے کا تجربہ ہو جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں رہنے کا تجربہ ایک طرح سے نئے مذہب کو اختیار کرنے کی دعوت ہوتی ہے اور اسلام کو اختیار کرنے کے لیے کوئی جبر نہیں کیا جاتا۔ درحقیقت غیر مسلم معمولی فرق کے ساتھ تقریباً وہی حقوق رکھتے ہیں جو مسلمانوں کے ہوتے ہیں۔

بین الاقوامی سطح پر خلافت کے واپسی قومی ریاست کے ویسٹ فیلیا تصور کو ختم کرنے کی کوشش کرے گی۔ پہلے ہی مسلم دنیا اور خصوصاً مشرق وسطیٰ ایسی تبدیلی کے لیے تیار ہے اور مسلم اکثریتی ممالک عموماً ویسٹ فیلیا کے تصور کو مسترد کرتے ہیں اور کچھ علاقوں میں تو ویسٹ فیلیا ریاست کو ختم ہی کر دیا گیا ہے۔ افریقہ، وسطی ایشیا اور مشرقی یورپ اور اس کے ساتھ ساتھ جنوبی ایشیا اور جنوبی امریکہ کے ممالک کمزور ہیں جنہوں نے لبرل عالمی آرڈر سے کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھایا ہے۔ ان ممالک کے لوگ اپنی چاہت سے مغربی لبرل ازم سے برتر متبادل کو گلے لگائیں گے اگر ان کے سامنے اس متبادل کا مظاہرہ کر دیا جائے۔

اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ عالمی انتظامات جیسا کہ اقوام متحدہ، آئی ایم ایف، عالمی بینک اور عالمی تجارتی تنظیم بہت عرصے سے کام کررہے ہیں لیکن یہ اب عزت واحترام کھو چکے ہیں کیونکہ زیادہ تر یہ طاقت کے توازن کی نمائندگی کرتے ہیں جیسا کہ دوسری جنگ عظیم کے فوراً بعد ہوا یا سرد جنگ کے خاتمے کے بعد عالمی تجارتی تنظیم قائم کی گئی۔ بین الاقوامی تعلقات کو چلانے کے لیے امریکہ اب زیادہ تر علاقائی حل، یا دوطرفہ حل یا ایک سے زیادہ ممالک کو اکٹھا کرنے کے اسلوب کو استعمال کررہا ہے۔ یہ اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ آج کی دنیا میں لبرل آرڈر پر اتفاق کم ہی ہے۔ خلافت اپنی واپسی پر اس وقت کے عالمی ڈھانچے کو نشانہ بنائے گی چاہے ان کا تعلق سیاسی، معاشی یا سیکیورٹی کے امور سے ہو۔ اس قسم کی مہم کا کبھی سیاسی تو کبھی فوجی ہونا ضروری ہوگا جہاں اس انتظام کی عدم افادیت اور ان کا مغربی ممالک کے حق میں ہونے کو دنیا کے سامنے بے نقاب کیا جائے گا۔ دنیا کو اپنے بین الاقوامی تعلقات کو چلانے کے لیے دو طرفہ معاہدوں کی دعوت دی جائے گی جو ایک مخصوص مدت اور ایک مخصوص بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے کیے جائیں گے۔ اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ریاستِ خلافت کے پاس مضبوط فوج کا ہونا لازمی ہے اور مختصر ترین وقت میں اس کا معاشی قوت بننا بھی بہت ضروری ہوگا۔ جو سب سے بڑا اثاثہ خلافت کے پاس ہوگا وہ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کا پوری دنیا میں موجود ہونا ہے۔ یہ مسلمان بہت آسانی سے نرم طاقت کا مظاہرہ کرسکتے ہیں اور ایسا آج بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ آج بھی مغرب اور دوسرے غیر مسلم ممالک میں مسلمان مغربی اور دیگر حکومتوں کے خلاف فکری اور سیاسی محاذ پر بہت سرگرم ہیں، جبکہ مغربی حکومتیں ان سے اس بات کا تقاضا کررہی ہیں کہ وہ مغربی سیکولر تہذیب کو قبول کرلیں اور اپنی اسلامی شناخت سے دستبرداری اختیار کرلیں۔ اگر مسلمانوں کی اس بڑی آبادی کو ریاستِ خلافت نے مناسب طریقے سے منظم کیا تو یہ نرم اور ثقافتی قوت کا زبردست مظاہرہ کرسکیں گے اور اس طرح بیرونی معاشروں کو اسلام کا پیغام قبول کرنے کے لیے تیار کرسکیں گے اور بالآخر اسلامی ریاست کا حصہ بننے کے لیے بھی تیار ہوسکیں گے۔

ریاستِ خلافت اس بہترین پوزیشن میں ہوگی کہ وہ

> **ریاستِ خلافت اس بہترین پوزیشن میں ہوگی کہ وہ گلوبلائیزشن کے چیلنج کا سامنا کرسکے کیونکہ یہ واحد وسعت اختیار کرنے والی ریاست ہوگی جس کا پھیلاؤ تین براعظموں تک ہوگا۔**

گلوبلائیزشن کے چیلنج کا سامنا کرسکے کیونکہ یہ واحد وسعت اختیار کرنے والی ریاست ہوگی جس کا پھیلاؤ تین براعظموں تک ہوگا اگر صرف موجودہ مسلم اکثریتی ممالک کو ہی شامل کیا جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ مرکزی حکومت، خلافت، اس بات کی حامل ہوگی کہ فوراً کوئی پالیسی نافذ کرسکے جس کا اثر ایک ساتھ تین براعظموں میں محسوس کیا جائے گا۔

کوئی اور چیز اس قدر وسیع عریض علاقے میں استحکام، پالیسیوں میں تسلسل، آزادانہ اشیاء، خدمات اور لوگوں کی نقل وحمل کا باعث نہیں بن سکتی کیونکہ یہ تمام علاقے ایک واحد خودمختار اور وسعت اختیار کرنے والی حکومت کے تحت ہوں گے: یعنی ریاستِ خلافت کے۔ جب خلافت واپس آئے گی تو یہ صورتحال ہوگی اور تاریخی طور پر بھی ایسی ہی صورتحال تھی جب خلافت عالمی امور کی سربراہی کررہی تھی۔

بین الاقوامی سطح پر خلافت کی واپسی خود ایک بہت بڑا واقعہ ہوگی کیونکہ یہ استعماریت اور اس کی زنجیروں کو اتار پھینکنے کے لیے مسلم معاشروں کی استقامت، مزاحمت اور خواہش کا مظہر ہوگی۔ اس کی واپسی بذاتِ خود ایک بہت بڑا سیاسی اعلان ہوگا۔ اس میں اس بات کو بھی شامل کرلیں کہ اس وقت لبرل جمہوریت اور سرمایہ داریت خود اپنے ممالک میں اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہے ہیں کیونکہ سخت معاشی حالات نے ایسی سیاسی تحریکوں کو کھڑا کردیا ہے جو مغرب کے پرانی روایات کو چیلنج کررہی ہیں جیسا کہ آزاد مارکیٹ، آزاد تجارت، تارکین وطن کو قبول کرنا اور دوسرے ممالک میں اپنی فوجی قوت کا مظاہرہ کرنا۔ اس وقت ہمارے سامنے ایسی دنیا ہے جو تبدیل ہونا چاہتی ہے اور عالمی طاقت یقیناً تبدیل ہوجائے گی جب نبوت کے طریقے پر قائم خلافت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے واپس آئے گی۔

ختم شد

پاک چین اقتصادی راہداری (سی پیک)- حقائق، رکاوٹیں اور لائحہ عمل

تحریر: محمد سلیمان

حکومتِ پاکستان 2015 سے پاک -چین اقتصادی راہداری (CPEC / سی پیک) کو عوام کے سامنے ایسے پیش کررہی ہے کہ جیسے یہ ایک منصوبہ پاکستان کی تقدیر بدل دے گا اور گویا پاکستان کے تمام مسائل کا واحد حل ہے۔ حکومتی ادارے ایک تسلسل سے پاک چین اقتصادی راہداری کو ایک عظیم کامیابی قرار دے رہے ہیں اور مخصوص حلقوں میں تو اس کو پاکستان کے ایٹمی طاقت بننے سے بھی تشبیہ دی جارہی ہے۔ اور اس معرکہ کو "معاشی بم" بھی کہا جارہا ہے۔

باوجود یہ کہ اس راہداری کے ساتھ بہت سی تشویش اور شک و شبہات جڑ گئے ہیں، یہ راہداری چین کی اقتصادی اور سیاسی سنجیدگی کو ضرور ظاہر کرتی ہے۔ مزید براں، سی پیک پاکستان میں ہر خاص و عام کا موضوعِ بحث بن چکا ہے اور عمومی طور پر لوگ اس کے حق میں ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ عوام اس منصوبے کے بارے میں زیادہ تفصیلات سے ناواقف بھی ہیں۔

حاملینِ دعوت کے لئے ضروری ہے کہ وہ سی پیک کے موضوع کو گہرائی سے سمجھیں تاکہ وہ ایک سچے رہنما کے طور پر امّت کی احسن طریقے سے رہنمائی کر سکیں۔

یہ مضمون سی پیک کے حوالے سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈالے گا:

1. چین کی ایک پٹی ایک سڑک (OBOR-One Belt One Road) کی ابتدا، نقطۂ نظر اور اس کی اقتصادی وجوہات
2. سی پیک اصل میں ہے کیا؟
3. سی پیک سے پاکستان کے لئے سیاسی اور اقتصادی خطرات
4. کس طرح سے وسیع اسٹریٹیجک معاملات چینی خواہشات سے جڑتے ہیں
5. سی پیک سے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر

1) OBOR اور CPEC کا نقطۂ آغاز

2013 کے اختتام پر چینی صدر سی جن پنگ (Xi Jinping) نے چین کی ایک نہایت ہی اولوالعزم خارجہ اور اقتصادی پالیسی کا اعلان کیا۔

> صدر Xi چین کی بے انتہا اقتصادی قوت کو ایک سیاسی آلہ کے طور پر استعمال کرکے خطے میں چین کی قیادت کو مستحکم اور ہمسایہ ممالک میں چین کو قیادت دلانا چاہتے ہیں

انہوں نے Silk Road Economic Belt اور اکیسویں صدی کی Maritime Silk Road (راہ آبی ابریشم)، مجموعی طور پر One Belt One Road – OBOR بنانے کا اعلان کیا ۔ یہ منصوبہ Belt and Road کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ چینی صدر Xi کا بلند نظر ارادہ چین کے پسماندہ علاقوں کو پڑوسی ممالک سے بذریعہ زمینی وبحری راستہ جوڑنا ہے۔ OBOR دورِ حاضر کا سب سے بڑا ترقیاتی منصوبہ تصور کیا جاتا ہے۔ چین اپنے اندرونی پسماندہ علاقے، جو کہ سمندر سے خاصے فاصلے پر واقع ہیں، ان کو بذریعہ وسطی ایشیاء یورپ تک رسائی دلانا چاہتا ہے۔ یہ رسائی زمینی راستے سے ہو گی۔ اس راستے کو Silk Road Economic Belt کہا جارہا ہے۔ چینی صدر Xi کے منصوبے کا دوسرا حصہ اکیسویں صدی کی Maritime Silk Road بنانا ہے۔ اس منصوبے کے تحت چین کے جنوبی علاقوں کو ایشیا کے تیزی سے ترقی کرتے ہوئے جنوب-مشرقی علاقوں تک رسائی حاصل ہو گی۔ یہ ہدف بذریعہ بحری اڈے اور ریل کا جال بچھا کر حاصل ہو گا۔

2013 میں چین کی اٹھارویں پارٹی کانگریس سے پہلے، چین کے سیاستدانوں اور مفکروں میں چین کی خارجہ پالیسی، بالخصوص چین کے ہمسایہ ممالک، کے متعلق شدید گرما گرمی کا عالم تھا۔ اکتوبر 2013 میں بیجنگ نے ایک اہم کانفرنس منعقد کی جس کو 'Peripheral Diplomacy Work Conference' یعنی 'بیرونی ڈپلومیسی' کا نام دیا گیا۔ یہ کانفرنس چین کے وجود میں آنے کے بعد سے لے کر اب تک کی ایک اہم اور منفرد کانفرنس تھی جو کہ چین کے ہمسایہ ممالک کی طرف مرکوز تھی۔ اس کانفرنس میں چین کی خارجہ پالیسی کی تمام اہم شخصیات نے شرکت کی۔ شرکت کرنے والوں میں 'Politburo' (کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی جس پر پارٹی کا لائحہ عمل طے کرنے کی ذمّہ داری عائد ہے) کی مکمل 'Standing Committee' بھی شامل تھی۔

'Peripheral Diplomacy' کے دوران صدر Xi نے کہا کہ چین کے ہمسایہ ممالک 'سیاسی نوعیت کے لحاظ سے اہمیت کے حامل ہیں'۔ انہوں نے مزید کہا کہ وہ یہ چاہتے ہیں کے چین اپنے ہمسایہ ممالک سے تعلقات بہتر بنائے، اقتصادی اور عسکری روابط کو بھی مضبوط کرے۔ صدر Xi چین کی بے انتہا اقتصادی قوت کو ایک سیاسی آلہ کے طور پر استعمال کر کے خطے میں چین کی قیادت کو مستحکم کرنا چاہتے ہیں۔ اس بات کا اندازہ ان کے اس قول سے بھی لگایا جا سکتا ہے: "خطے میں استحکام برقرار رکھنا ' Peripheral Diplomacy' کا ایک اہم جزو ہے۔ ہمیں علاقائی اقتصادی روابط کو نہ صرف فوقیت دینا ہو گی بلکہ اس میں بھرپور حصہ بھی لینا ہو گا۔ ہمیں اثاثاجات کھڑے کرنے اور رابطہ سازی کے عمل میں تیزی لانا ہو گی۔ ہمیں Silk Road Economic Belt اور اکیسویں صدی کی Maritime Silk Road کو بنانا ہو گا جو کہ علاقائی اقتصادیت میں ایک نئی تاریخ رقم کرے گی"۔ چینی صدر چین کی زبردست معاشی وسائل کو استعمال کر کے خطے کے استحکام کو برقرار اور ہمسایہ ممالک میں چین کو قیادت دلانا چاہتے ہیں۔

چینی سیاسی شخصیات اور تجزیہ کار یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ OBOR کو ایشیا میں امریکی تسلط کے خلاف بطور حربہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ Justin Yifu Lin جو کہ ایک بااثر پالیسی مشیر ہیں، اور World Bank کے سابق Chief Economist بھی رہ چکے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ صدر Xi کا OBOR کا آغاز کرنے کا اصل مقصد امریکی پالیسی جیسا کہ Pivot اور (Trans-Pacific Partnership (TTP کو متوازن کرنا ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ چین کو اپنے اقتصادی وسائل، زرِمبادلہ کے ذخائر اور اپنا بھرپور تعمیراتی تجربہ بروئے کار لاتے ہوئے اپنی ساکھ کو خطے میں مزید مستحکم کرنا چاہئے۔ Tang Min جو کہ چینی حکومت کی ریاستی کونسل میں ایک کونسلر ہیں، کہتے ہیں کہ چین اور دیگر اُبھرتی ہوئی معیشتوں کو امریکی TTP سے بدستور باہر رکھا جا رہا ہے۔ ان سب کو ایک جدید پول (Third Pole) کی ضرورت تھی جو کہ OBOR کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔

> **OBOR پر نہ صرف چین کے مغربی علاقوں کا دارومدار ہے بلکہ یہ چین کی اقتصادی صورتِ حال کو بہتر بنانے میں بھی ایک کلیدی کردار ادا کرے گا۔**

چین کی اقتصادی صورتِ حال

OBOR چین کے موجودہ اقتصادی مسائل کے حل میں کچھ مدد ضرور کرے گا۔ OBOR کے اصل ہدف کو سمجھنے کے لئے چین کو درپیش درج ذیل تین مسائل کو دیکھنا بہت ضروری ہے:

- ہمسایہ ممالک کے ساتھ بہتر رابطے کے ذریعے چین کی علاقائی معیشتوں کی ترقی کی حوصلہ افزائی
- چینی صنعت کو جدید ترین بنانا اور چینی معیار کی برآمد
- اضافی پیداواری صلاحیت کا مسئلہ

OBOR کا علاقائی ترقیاتی پہلو دراصل چین کی اقتصادی پالیسی کا اہم ترین ہدف ہے۔ OBOR میں جو محکمہ سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ National Development and Reform Commission ہے۔ یہ محکمہ چین کا سب سے بڑا اور نمایاں اقتصادی منصوبہ بندی کا محکمہ ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ OBOR کے وہ منصوبے جو چین کے اندر واقع ہیں، ان کی تکمیل بیرونی ممالک کے منصوبوں سے پہلے ہو۔ یہ اس لئے کیونکہ چین اپنی حدود کے اندر بہتر انداز سے منصوبوں پر عمل درآمد کروا سکتا ہے۔ البتہ اگر چینی حکومت اپنے اندرونی منصوبوں کو بیرونی منصوبوں سے منسلک کرنے میں ناکام رہی تو OBOR اور دیگر چینی ترقیاتی منصوبوں میں کچھ فرق باقی نہ رہے گا۔ جس کی وجہ سے OBOR کی سیاسی اور اقتصادی حیثیت گھٹتی چلی جائے گی۔

OBOR کو سرکاری طور پر 2014 میں سالانہ مرکزی اقتصادی کانفرنس (Central Economic Work Conference) کے دوران چین کی قومی اقتصادی ترقیاتی منصوبے کا حصہ بنایا گیا۔ اس کانفرنس میں تین منصوبے پیش کیے گئے، جن میں سے ایک OBOR تھا۔ ان علاقائی ترقیاتی منصوبوں کی تشکیل اس طرح کی گئی کہ یہ چین کا ایک طویل مسئلہ حل کر سکیں۔ وہ مسئلہ ہے چین کے علاقوں کی ناہموار ترقی۔ چین کی حکمران پارٹی چین میں غیر ہموار ترقی سے خاصی پریشان ہے۔ یہ عدم مساوات چین کے مغربی اندرونی پسماندہ علاقوں اور چین کے مشرقی ساحلی ترقی یافتہ صوبوں کے مابین ہے۔ مثال کے طور پر: چین کا شہر شنگھائی (Shanghai) جو کہ ساحلی شہر ہے، چین کے اندرونی صوبہ گانسو (Gansu) سے پانچ گنا زیادہ مالدار ہے۔ گانسو صوبہ چین کی پرانی Silk Road کا حصہ بھی ہے۔ چین نے ان صوبوں کے درمیان اس وسیع مالیاتی فرق کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔

1999 سے چینی حکومت مغربی ترقیاتی منصوبہ بندی (Western Development Strategy) پر عملدرآمد کر رہا ہے۔ یہ صرف اس لئے تاکہ ان صوبوں میں جان ڈالی جاسکے جو ایک طویل عرصے سے مالیاتی طور پر غیر منافع بخش ہیں۔ ان صوبوں کی فہرست میں مسلم اکثریت والے صوبے بھی شامل ہے جیسا کہ سنکیانگ (Xinjiang)۔ البتہ یہ کاوشیں کوئی خاطر خواہ نتائج نہ دے سکیں۔ چینی حکومت کی ترجیحی پولیسیوں، بڑے پیمانے پر فنڈز دینے، اور ریاستی سرمایہ کاری کے باوجود نتائج بہت ہی محدود تھے۔ یہ مخصوص صوبے چین کے مجموعی GDP میں سال 2000 میں 17.1 فیصد پر تھے اور ان تمام کاوشوں کے بعد 2010 میں ان صوبوں کا حجم 18.7 فیصد پر کھڑا تھا۔

ان حکومتی کاوشوں اور رعایات کی وجہ سے جو منفی اثرات مرتب ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان مغربی صوبوں میں ایک کثیر تعداد ریاستی کمپنیوں کی ہے اور نجی تجارتی اداروں کی تعداد نہایت ہی کم ہے۔ مثلاً چین کی اقتصادی تحقیقی ادارہ (China Economic Research Institute) کی Free Market Index رپورٹ کے مطابق چین کے سب سے کم درجے والے صوبے چین کے مغربی خطے میں واقع ہیں، سنکیانگ (Xingiang)، تبت (Tibet)، چنگھائی (Qinghai)، اور گانسو (Gansu)۔ ان چار صوبوں کا اوسطاً سکور 2.67 ہے۔ جبکہ ریاستی اوسط 6.56 ہے۔ اس سکور میں صفر کا مطلب ہے کہ وہاں کوئی نجی کمپنی نہیں اور 10 کا مطلب ہے وہ مارکیٹ مکمل طور پر نجی ہے۔

OBOR پر نہ صرف چین کے مغربی علاقوں کا دارو مدار ہے بلکہ یہ چین کی اقتصادی صورت حال کو بہتر بنانے میں بھی ایک قلیدی کردار ادا کرے گا۔ جیسا کہ مالیاتی طور پر پیچھے رہ جانے والے صوبوں کو ترقی یافتہ بنانا، جن میں چین کے شمال-مشرقی اور جنوب-مغربی صوبے بھی شامل ہیں۔ دراصل چین کے تمام صوبے OBOR کا حصہ بننے کے لئے بے تاب ہیں کیونکہ انہیں لگتا ہے کہ OBOR کے ذریعے وہ اپنے صوبے کی ترقی کے لئے آسان شرائط پر فنڈ اور سیاسی مدد حاصل کرسکتے ہیں۔

چین نے پچھلی تین دہایوں میں 'عالمی فیکٹری' کی سی شہرت حاصل کرلی ہے۔ البتہ پچھلے کچھ سالوں سے چین اپنا 'سستی مزدوری' والا مقام کھو رہا ہے۔ اس وجہ سے چینی قیادت عالمی سطح پر اپنا مقام بہتر کرنا چاہتی ہے تاکہ بہتر مالیاتی فائدہ اٹھایا جا سکے۔ یہ مقام حاصل کرنے کے لئے چین کو اپنی صنعت کو بہتر بنانا ہوگا۔ اور صنعت کو بہتر بنانے کا ہدف چین کے اندرونی مالیاتی اہداف میں سرِ فہرست ہے۔ اور یہ ہدف چین کی صنعت اور IT وزارت '(Ministry of Industry and Information Technology (MIIT' کی پیش کردہ رپورٹ میں بھی عیاں ہے۔ اس کا اصل ہدف ملک کی پیداواری صنعت کو نئی ایجادات کی جانب راغب کرنا ہے، مقدار سے زیادہ معیار پر زور دینا ہے اور چین کی کم لاگت کی پیداواری صنعتوں کو منظم کرنا ہے۔

> **چین اپنی اضافی پیداوار والی فیکٹریاں بیرون ملک، خاص طور پر OBOR سے منسلک ممالک میں منتقل کرنے سے اپنی اضافی پیداوار میں کمی لا سکتا ہے**

چینی معیشت میں اضافی پیداواری صلاحیت کا مسئلہ

عالمی مالیاتی بحران کے دوران چینی حکومت نے ماضی قریب کا سب سے بڑا ریلیف پیکج فراہم کیا۔ اس عمل کی وجہ سے چین سمیت کئی ممالک دیوالیہ پن سے بچ گئے، اس فہرست میں آسٹریلیا بھی شامل ہے۔ اس ضمن میں اشیاء کی قیمت کئی گنا بڑھادی گئی۔ اس عمل کے دیرپا منفی نتائج میں سے ایک چینی معیشت میں صنعتی اضافی صلاحیت کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ مختلف صنعتوں میں دیکھا جاسکتا ہے جیسے لوہے کی صنعت سے لے کر سیمنٹ کی صنعت تک۔ مثلاً 2008 میں چین کی لوہے کی پیداوار 512 ملین ٹن تھی جو 2015 میں بڑھ کر 803 ملین ٹن تک پہنچ گئی۔ موازنے کے لئے، یہ اضافی 300 ملین ٹن امریکا اور یورپی یونین (EU) کی مشترکہ پیداوار سے زیادہ ہے۔

چینی حکومت کی ترجیحات میں سے ایک اس اضافی پیداواری صلاحیت سے نمٹنا ہے۔ حکومت نے اس مسئلہ کو سر پر لٹکتی ہوئی تلوار سے تشبیہ دی ہے۔ اضافی پیداواری صلاحیت کے ضیاع کا مطلب ہے نجی کمپنی کے منافع میں کمی، قرضاجات میں اضافہ، اور ریاستی معیشتی نظام میں دراڑ۔ مالیاتی بحران کے دوران اضافی پیداوار کی صلاحیت رکھنے والی بہت سی چینی سرکاری کمپنیاں بھاری قرضاجات لیتی رہیں۔ جس کی وجہ سے آج وہ کمپنیاں بمشکل گزارا کررہی ہیں۔ اس کی وجوہات سست معیشت، بین الاقوامی طلب میں کمی، اور زیادہ پیداوار ہیں۔ ان کمپنیوں کے قرضاجات کی وجہ سے چین کے بینکوں پر بھی دباؤ ہے۔ چین کی حکومت نے اس اضافی پیداوار سے نمٹنے کے لئے کچھ تدابیر

اختیار کی ہیں۔ جن کے تحت لوہے اور کوئلے کی صنعت سے 18 لاکھ مزدوروں کو نوکری سے نکالا گیا۔ مزید برآں حکومت آلودگی پیدا کرنے والی لوہے اور Blast Furnace کی ملیں (Mills) بھی بند کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

چینی ترقیاتی بینک (China Development Bank) کے چیئرمین Hu Huaibang، جو کہ OBOR کے سب سے نمایاں سرمایہ کار بھی ہیں، کہتے ہیں کہ OBOR کا بنیادی مقصد چین کے اقتصادی ڈھانچے کی اصلاحات کرنا اور چین کی صنعت کو جدید بنانا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ، چین کو بڑے پیمانے پر سستی اشیاء بنانے والے ماڈل سے دور کرنا ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں:

"سب سے پہلے تو ہمیں رفتہ رفتہ اپنی نچلی سطح کی پیداوار دوسرے ممالک کو دے دینی چاہئے تاکہ ہماری صنعت پر اضافی پیداوار کا بوجھ کم ہو سکے۔ ساتھ ہی ساتھ ہمیں تعمیراتی انجنیئرنگ، برق رفتار ریل، بجلی کی پیداوار، مشین بنانے، اور مواصلات جیسی صنعتوں کو بھی بیرونِ ملک منتقل کرنے میں مدد کرنی چاہئے۔"

'Silk Road Fund' جو کہ 2014 میں بطور آزاد مالیاتی ادارہ قائم کیا گیا تاکہ یہ ادارہ OBOR کے منصوبوں میں ابتدائی سرمایہ کاری کر سکے۔ اس ادارے کی سربراہ Jin Qi نے ایک نایاب خطاب میں اس بات کو واضح کیا کہ چین کو اپنی اضافی پیداوار والی فیکٹریاں بیرون ملک، خاص طور پر OBOR سے منسلک ممالک میں منتقل کرنے سے نہ صرف چین اپنی اضافی پیداوار میں کمی لا سکتا ہے بلکہ ایسا کرنے سے چین پسماندہ ممالک کو اپنی اپنی صنعت کھڑی کرنے میں بھی مدد بھی کر سکتا ہے۔ اس طرح چین اپنے گھریلو واجبات کو غیر ملکی اقتصادی اور سفارتی اثاثاجات میں تبدیل کر سکتا ہے۔

اس سب کا خلاصہ یہ ہے کہ چین بھی دوسری استعماری طاقتوں کی طرح اپنے ہمسایہ ممالک کا استحصال کرنا چاہتا ہے۔ خاص طور پر ان ممالک کا استحصال جو وسائل سے مالامال ہیں۔ اس استحصال کے ذریعے چین اپنے پسماندہ مغربی اور شمالی علاقوں کو ترقی یافتہ بنانا چاہتا ہے۔

رپورٹ کے مطابق سی پیک صرف شاہراہوں اور توانائی تک محدود نہیں بلکہ اور کئی منصوبے بھی سی پیک میں شامل ہیں جیسا کہ زرعی اور معدنیات کے منصوبے۔

رپورٹ کے مطابق سی پیک صرف شاہراہوں اور توانائی تک محدود نہیں بلکہ اور کئی منصوبے بھی سی پیک میں شامل ہیں جیسا کہ زرعی اور معدنیات کے منصوبے۔

2) سی پیک اصل میں ہے کیا؟

OBOR منصوبے کا سب سے نمایاں اور اہم ترین منصوبہ پاک-چین اقتصادی راہداری (China-Pakistan Economic Corridor / CPEC) ہے۔ اس منصوبے کے تحت سنکیانگ (Xinjiang) چین میں کاشغر کو پاکستان میں گوادر سے جوڑا جائے گا۔

اس مضمون کے لکھے جانے تک، وہ معاہدہ جو چینی اور پاکستانی حکومتوں کے مابین طے پایا ہے، اس کو عوام کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ یہ چین کی تدبیر کے عین مطابق ہے۔ ابھی تک جو معلوم ہے وہ صرف حکومتی بیانات ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ سی پیک منصوبہ بہت سے مختلف چھوٹے بڑے منصوبوں کا مجموعہ ہے۔ یہ منصوبے پاکستان بھر میں زیرِ تعمیر ہیں۔ ان میں ریل کے نظام کی جدت، سڑکوں کا جال بچھانا، مختلف توانائی کے منصوبے، اور مخصوص اقتصادی زون بنانا شامل ہیں۔ سی پیک کا کل تخمینہ 46 بلین ڈالر اندازہ کیا جاتا ہے۔ حکومتی اعداد و شمار کے مطابق اس میں سے 33 بلین ڈالر کی سرمایہ کاری توانائی کے منصوبوں میں خرچ ہو گی۔ جبکہ 13 بلین ڈالر ریل اور سڑک کے جال بچھانے پر صرف کیے جائیں گے۔

سی پیک منصوبوں کی سرمایہ کاری چار درج ذیل ذرائع سے کی جائے گی۔

- رعایتی قرضاجات
- سودی قرضاجات
- نجی شراکتی سرمایہ کاری
- Asian Development Bank (ADB) اور Asian Infrastructure Investment Bank (AIIB)

البتہ ایک حالیہ خبر جو کہ پاکستان کے ڈان اخبار میں شائع ہوئی، اس نے عوام میں سی پیک کے بارے میں

تشویش پیدا کر دی ہے۔ خبر چین کے ترقی اور اصلاحاتی کمیشن (National Development and Reform Commission -NDRC) اور چین کے ڈویلپمنٹ بینک (China Development Bank -CDB) کی 2015 میں لکھی گئی ایک رپورٹ پر مبنی تھی۔ رپورٹ کا نام پاک چین اقتصادی راہداری کا طویل مدتی پلان (Long Term Plan on China-Pakistan Economic Corridor) ہے۔ اس تفصیلی پلان میں سی پیک کی حقیقت پاکستانی لیڈران کی طرف سے بیان کی گئی منظر کشی سے یکسر مختلف ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق سی پیک صرف شاہراہوں اور توانائی تک محدود نہیں بلکہ اور کئی منصوبے بھی سی پیک میں شامل ہیں جیسا کہ زرعی اور معدنیات کے منصوبے۔

زمینی حقائق اور حالیہ انکشافات کے بعد یہ کہنا درست ہو گا کہ سی پیک دراصل چین کی پاکستان کی زمین میں زراعت میں بھرپور سرمایہ کاری کا نام ہے۔ یہ بیجوں سے لے کر مال مویشی تک اور تمام زرعی پیداوار کو چین کے نام سے درآمد کرنے پر مرکوز ہوتا ہے۔ یہ درآمدات سی پیک کی بچھائی ہوئی سڑکوں اور ریل نیٹ ورک کے ذریعے ہوں گی۔ پاکستان جن معدنیات سے زرخیز ہے، وہ بھی سی پیک کی سڑکوں کے ذریعے چین کے مغربی صوبوں کی صنعتوں تک پہنچائی جائیں گی۔ چونکہ سی پیک چین کے پسماندہ صوبہ سنکیانگ سے بھی منسلک ہے، پاکستان کا خام مال وہاں کی صنعتوں تک پہنچایا جائے گا، جس سے اس صوبے کی ترقی کو یقینی بنایا جاسکے گا۔

دوسرے صوبے بھی یکے بعد دیگرے پاکستانی وسائل کو اپنی اپنی ترقی کے لئے استعمال کرنے پر غور کر سکتے ہیں۔

پاکستان کی توانائی اور بجلی کی زبوں حالی سے چین بخوبی واقف ہے۔ اس خراب صورت حال کی وجوہات مختلف نوعیت کی ہیں جن میں گردشی قرضاجات، عمر رسیدہ پلانٹ بھی شامل ہیں۔ چین کو معلوم ہے کہ پاکستان کی توانائی کے شعبہ میں سرمایہ کاری کئے بغیر وہ اپنی صنعتیں پاکستان میں نہیں چلا سکے گا۔ جس کی وجہ سے پاکستان کے توانائی کے شعبے کی جدت بھی سی پیک کا حصہ ہے۔

سی پیک دراصل چین کی پاکستان کی زمین میں زراعت میں بھرپور سرمایہ کاری کا نام ہے۔ یہ بیجوں سے لے کر مال مویشی تک اور تمام زرعی پیداوار کو چین کے نام سے درآمد کرنے پر مرکوز ہوتا ہے۔ یہ درآمدات سی پیک کی بچھائی ہوئی سڑکوں اور ریل نیٹ ورک کے ذریعے ہوں گی۔

سی پیک اور ملاکا (Malacca) کی دوہری مشکل

ملاکا کا شہر چین کو بذریعہ سمندر یورپ، افریقہ، اور مشرق وسطیٰ تک سب سے قلیل سفر میں رسائی فراہم کرتا ہے۔ چین کی توانائی کی درآمدات کا تقریباً 80 فیصد کا گزر اس شہر سے ہوتا ہے۔ چین چونکہ دنیا میں سب سے زیادہ تیل درآمد کرنے والا ملک ہے، اس لیے اسے بحری راستے کی حفاظت کے سلسلے میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ موجودہ بحری راستوں پر امریکی بحری جہاز اکثر گشت کرتے پائے جاتے ہیں۔

اس صورت میں اگر چین کو امریکہ یا امریکی اتحادی ممالک کی طرف سے جارحانہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تو چین کی درآمدات رک سکتی ہیں۔ درآمدات میں خلل کی وجہ سے چین کی معیشت گھٹنوں پر بھی آ سکتی ہے۔ اس صورت حال کو ملاکا کی دوہری مشکل (Malacca's Dilemma) بھی کہا جاتا ہے۔

ملاکا میں خطرات کے علاوہ، چین جنوبی چینی سمندر پر بھی بھاری انحصار کرتا ہے۔ متنازعہ سپراٹلی جزیرے (Spratly Islands) بھی اس سمندر کے قریب واقع ہیں۔ اور پراسل جزیرے (Paracel Islands) بھی اس سمندر کے قریب واقع ہیں جو کہ چین، تائیوان، ویت نام، اور امریکہ کے مابین کشیدگی کا باعث ہیں۔ سی پیک کا منصوبہ چینی برآمدات کو ان خطرات والے علاقوں کی جگہ ایک محفوظ گزرگاہ فراہم کرے گا اور مغرب میں ایک نئی شاہراہ بن جائے گی اور اس طرح امریکہ اور چین کے درمیان تصادم کے امکانات بھی کم ہو جائیں گے۔

علاوہ ازیں بھارتی بحری فوج نے بھی ملاکا کے ارد گرد اپنی موجودگی بڑھا دی ہے۔ وہ یہ عمل نکوبار جزیرہ (Nicobar Island) کے بحری اڈے سے سرانجام دے رہا ہے۔ بھارت اس کی وجہ چین کا خطے میں بڑھتا ہوا اثر و رسوخ (String of Pearls) بتاتا ہے۔

انڈمان کے سمندر (Andaman Sea) میں بڑھتی ہوئی بھارتی بحری فوج کے گشت کے باعث چین کی گوادر میں دلچسپی بڑھ سکتی ہے۔کایوپائے بندر گاہ (Kyaukpyu Port) جو کہ چینی حکومت میانمار میں تعمیر کروارہی ہے، مستقبل میں چین کے لیے ملاکا کا ایک متبادل ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ بندر گاہ بھی بھارتی بحری فوج کی جارحیت سے محفوظ نہیں۔ تجویز کردہ بنگلا دیش-چین-بھارت-میانمار راہداری (BCIM Corridor) بھی چین کے خلاف بھارتی جارحیت سے محفوظ نہیں۔ جس کی وجہ سے اس تجویز کردہ راہداری سے چین کے لیے فائدہ محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔اس طرح چین کی سی پیک میں دلچسپی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

3) سی پیک سے پاکستان کے لئے سیاسی اور اقتصادی خطرات

سی پیک کی افادیت اور اس کے معاشی اثرات کے حوالے سے شدید خدشات موجود ہیں۔ مزید بر آں پاکستان کو مختلف داخلی و خارجی سیاسی مشکلات کا سامنا ہے جس کی وجہ سے سی پیک کی پیش رفت متاثر ہو سکتی ہے۔ سی پیک کے پاکستان پر درج ذیل چند منفی اثرات مستقبل کے کسی بھی ممکنہ فوائد پر بھاری پڑ جاتے ہیں:

- **خود مختاری کو لاحق خطرہ**

سی پیک کی وجہ سے پاکستان میں چینی اثر ورسوخ بڑھتا چلا جائے گا۔ اور پاکستان کو ایسے فیصلے کرنا ہوں گے جو پاکستان کی ساکھ کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ مثلاً چین کچھ عرصے سے پاکستان پر دباؤڈال رہا ہے کہ گلگت۔بلتستان کو صوبائی حیثیت دی جائے جس کا مطلب ہے کہ کشمیر کے اوپر سمجھوتہ کرنا۔ چین گوادر میں ایک بحری اڈا بھی بنا رہا ہے۔ اس کی وجہ بتائی جاتی ہے کہ اس کے ذریعے چین اپنی سرمایہ کاری کی حفاظت کرے گا۔ 9/11 کے بعد چین نے متعدد بار امریکی فوجی اور جاسوس اداروں کی پاکستان میں موجودگی پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اور اب چین چاہتا ہے کہ وہ بھی اپنے اڈے پاکستان میں قائم کر سکے تا کہ وہ امریکی نقل و حرکت پر نظر رکھ سکے۔

- **ملکی صنعت کو لاحق خطرات**

چین اپنی تباہ کاریوں کے لیے مشہور ہے۔ چین جس بھی ملک میں گیا رفتہ رفتہ وہاں کی ملکی صنعت تباہ ہو گئی۔

> **سی پیک منصوبہ چینی بر آمدات کو ان خطرات والے علاقوں کی جگہ ایک محفوظ گزر گاہ فراہم کرے گا اور مغرب میں ایک نئی شاہراہ بن جائے گی**

پاکستان نے چین کے لیے اپنے تمام دروازے کھول دیے ہیں۔ وہ وقت دور نہیں جب پاکستان کی بچی کچی صنعت بھی چین کے آنے کی وجہ سے مٹ جائے گی۔

- **قرضاجات اور سود کی اقساط**

46 بلین ڈالر کا ایک بڑا حصہ قرضے کی صورت میں ہے جو پاکستان نے چین سے لیا ہے۔ اور ان قرضوں کی شرح سود بھی خاصی زیادہ ہے۔ پاکستان جو کہ دیوالیہ پن کے دھانے پر ہے، وہ سی پیک کے منصوبوں کے تکمیل تک پہنچنے سے پہلے ہی Balance of Payment کے مسئلہ میں پھنس چکا ہو گا۔ سری لنکا بھی اسی مسئلہ میں پھنسا ہوا ہے اور آج وہ چین کے لئے اپنے دروازے کھولنے پر پچھتا رہا ہے۔ اس صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چین سری لنکا پر زور دے رہا ہے کہ چین کو زمین 99 سال کے لئے بطور معاہدہ دے دے، جس کا دراصل مطلب ہے ملک کا ایک نمایاں حصہ چین کی حکمرانی میں دے دینا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ، نہ چین اور نہ ہی پاکستان نے اس Transit فیس کا ذکر کیا ہے جو لاگو ہو گی جب کوئی سامان گوادر سے چین کی طرف روانہ ہو گا۔

- **بجلی کی قیمت**

سی پیک کا ایک اہم وعدہ ہے کہ اس کے ذریعے پاکستان کو بجلی فراہم کی جائے گی۔ بجلی کی مد میں چینی سرمایہ کاری کی بدولت پاکستان کو اضافی 10,000 میگا واٹ بجلی میسر ہو گی۔ لیکن کوئی پاکستانی حکومتی عہدیدار اس بات کا تذکرہ نہیں کر رہا کہ یہ بجلی کس ریٹ پر میسر ہو گی۔ بھارت میں فی یونٹ ریٹ 3.46 روپے تک نیچے آ گیا ہے جو کہ تقریباً 0.0519 ڈالر بنتے ہیں۔ موازنہ کے طور پر پاکستان میں فی یونٹ ریٹ 14 سے 16 روپے تک ہے۔ اور شاید مستقبل اس سے بھی بھیانک ہو۔ یہ بات طے ہے کہ فی یونٹ ریٹ 18 روپے سے نیچے نہ ہو گا کیونکہ چین جو توانائی کی مد میں سرمایہ کاری کر رہا ہے وہ موجودہ آئی پی پی (Independent Power Producers) میں کر رہا ہے اور ان کی ہمیشہ سے کوشش ہوتی ہے کہ فی یونٹ ریٹ زیادہ سے زیادہ رکھا جائے تا کہ منافع بڑھایا جا سکے۔ اس ضمن میں کیا کیا طے پایا جاچکا ہے، ان تفصیلات کو بھی چھپایا جا رہا ہے۔

- **اندرونِ ملک حفاظت پر زیادہ توجہ**

معاہدے کے مطابق پاکستان پر ذمہ داری ہے کہ وہ چینی سرمایہ کاری، افراد، اور مزدوروں کو تحفظ فراہم کرے۔ تعمیر کی جانے والی راہداری ہزاروں میل لمبی ہو گی جو کہ میدانی علاقوں، پہاڑی علاقوں، اور صحراؤں سے گزرے گی۔ پاکستان نے فوج کی ایک مکمل ڈویژن (Division) کھڑی کر دی ہے جو کہ چینی سرمایہ کاری، سڑکوں، اور ان پر سے گزارنے والے ٹرک کی حفاظت کرے گی۔ ایسا کرنے سے پاکستانی افواج مزید اندرونِ ملک سرگرمیوں میں مشغول ہو جائیں گی جبکہ انہیں روایتی جنگی فوج بننے کی طرف لوٹنا چاہیے۔

4) سی پیک اور امریکہ

امریکہ نے محتاط انداز میں چینی Belt and Road اور سی پیک کا خیر مقدم کیا ہے۔ امریکہ ان اقدام سے منسلک بین الاقوامی سیاسی خطرات اور مواقع، دونوں سے بخوبی واقف ہے۔ امریکہ نے کافی عرصہ چین کی پیش قدمی کو شبہ کی نظر سے دیکھا ہے خاص طور پہ آج جب چین OBOR کے ذریعے ان ممالک میں ایک سیاسی طاقت بننے جا رہا ہے جہاں تاریخی طور پر امریکی اثر و رسوخ نمایاں رہا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ امریکہ اس موقع کو اپنے لئے سیاسی فائدے کے طور پر بھی دیکھ رہا ہے جہاں امریکہ چین کے ساتھ مل کر علاقائی مشکلات کا سامنا کرے۔ جیسا کہ امریکہ نے افغانستان کے کٹھ پتلی حکمران کو چین کے ساتھ معاشی روابط بڑھانے کی اجازت دی ہے۔

امریکہ کا اپنا بھی Silk Trade Route کا پلان موجود ہے، جو کہ 2013 کے سنکیانگ منصوبے سے بھی پہلے کا ہے۔ یہ امر غور طلب ہے کہ کیا امریکہ اور چین کے منصوبے آپس میں ٹکراتے ہیں یا نہیں۔ خاص طور پر وسطی ایشیا میں ترکمانستان میں توانائی کے منصوبے، پاکستان میں ترقی، یا پھر ایشیا کے مختلف ممالک میں سیاسی اثر و رسوخ کے معاملات پر تصادم۔ دیگر قوتیں، جیسا کہ بھارت اور روس ابھی تک اپنی علاقائی اہداف پر مبنی حکمت عملی بنانے میں مصروف ہیں۔ حالانکہ یہ منصوبے یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ دنیا کے ایک پسماندہ علاقے کی ہیئت تبدیل کر دیں، مگر علاقائی تلخیاں، انتظامی رکاوٹیں، حفاظتی خدشات، غیر مستحکم سیاسی صورتِ حال پر سب کو متفق ہونا پڑے گا۔

2014 میں اس وقت کے ڈپٹی سیکرٹری آف اسٹیٹ ولیم برنز (Deputy Secretary of State William Burns) نے ایک پالیسی خطاب میں کہا کہ، امریکہ کی حکمتِ عملی ہے کہ وسطی ایشیا کی توانائی کی قابلیت جو کہ Hydro Power اور قدرتی گیس پر مبنی ہے، ان کے لئے ایک مارکیٹ بنائی جائے۔ بھارت، پاکستان، اور جنوبی ایشیا کے دیگر ممالک کے 1.6 بلین سے زیادہ صارفین قازقستان اور ترکمانستان جیسے توانائی کے وسائل کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

> کھوکھلے نعروں سے ڈھول ہٹا کر دیکھیں تو یہ بات واضح ہے کہ چین صرف پاکستانی وسائل کا استحصال کرنا چاہتا ہے اور انہیں استعمال کرکے اپنی ملکی معیشت بہتر بنانا چاہتا ہے۔

امریکی پالیسی کا مرکز تجویز کردہ ترکمانستان-افغانستان-پاکستان-بھارت (TAPI) گیس پائپ لائن کا منصوبہ رہا ہے۔ اس کے ذریعے افغانستان کو نمایاں زرِ مبادلہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ترکمانستان دنیا کا دوسرا بڑا قدرتی گیس کے ذخائر کا حامل ہے۔ TAPI کے ذریعے ترکمانستان درآمدات کا انحصار چین سے ہٹا کر بھارت اور پاکستان پر مرکوز کر سکتا ہے۔

سابق سفیر مارک گروسمین (Marc Grossman) جو کہ افغانستان اور پاکستان کے لئے 2011 سے 2012 تک امریکہ کے خصوصی نمائندے رہ چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ، اس ضمن میں اگلا ہدف نجی شعبے کے سرمایہ کار اور entrepreneurship کو ملانے کی ضرورت ہے۔

وہ ممکنہ درآمدی صنعت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جیسا کہ افغانی پھل اور پاکستانی سیمنٹ، جو کہ فی الوقت تجارتی رکاوٹوں کی نظر ہو رہے ہیں۔ بھارت اور ایران ممکنہ طور پر امریکی Silk Route پلان کے تحت وسطی ایشیا سے درآمد ہونے والی توانائی کو حاصل کر سکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے امریکہ نے بھارت اور ایران کو آپس کے تعلقات بہتر کرنے پر زور دیا ہے۔

5) سی پیک سے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر

چین کے کھوکھلے نعروں کی ڈھول ہٹا کر دیکھیں تو یہ بات واضح ہے کہ چین صرف پاکستانی وسائل کا استحصال کرنا چاہتا ہے۔ چین پاکستانی وسائل کو استعمال کرکے اپنی ملکی معیشت بہتر بنانا چاہتا ہے۔ سی پیک کی وجہ سے پاکستان کو جو سیاسی اور معاشی نقصان برداشت کرنا پڑے گا وہ ان حاصل ہونے والے چند ممکنہ فوائد سے کہیں زیادہ اور دور رس ہیں۔ مزید یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے کامیابی کو جانچنے کے تمام اسلوب ناقص ہیں۔

اسلام نے بہت گہرائی میں بین الاقوامی تجارت کے اصول مرتب کیے ہیں۔ کیونکہ اسلامی ریاستِ خلافت کوئی تنہائی پسند ریاست نہیں۔ بلکہ آنے والی خلافت دیگر ریاستوں سے معاشی، سیاسی، اور ثقافتی روابط استوار کرے گی۔

خلافت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ معاشی، عسکری، یا پھر سیاسی طور پر کفّار پر انحصار کرے۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے کفّار کو مسلمانوں پر سبیل (اختیار) حاصل ہو جاتا ہے جو کہ قطعاً حرام ہے۔

ایسی غلامانہ پالیسیاں مرتب کرنا ہر اس حکومت کا شیوہ ہے جو غیر اللہ (طاغوت) کی بنیاد پر پاکستان میں حکمرانی کرتی ہے۔ باجوہ-نواز حکومت اس سے ماوراء نہیں۔ یہ جمہوریت کا نظام ہی ہے کہ جس کے ذریعے استعمار کو اپنے غلیظ اہداف حاصل کرنے کے لئے چور دروازہ میسر آتا ہے۔ جمہوریت دراصل استعماریت سے جڑی ہوئی ہے۔ اور اب چینی استعمار ہمارے مسائل میں مزید اضافہ کرے گا۔ اور امّت کے ان مسائل کے بدلے حکمران استعمار سے اپنا فائدہ حاصل کریں گے۔

صرف جمہوریت کے خاتمے اور خلافت کے قیام کے ذریعے ہی پاکستان میں ایک مضبوط اور دیر پا معاشی احیاء لایا جاسکتا ہے۔ حزب التحریر نے اسلامی معیشت پر جامع اور تفصیلی مواد تیار کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اسلامی آئین بھی مرتب کر رکھا ہے۔

خلافت معیشت میں سے ایک کثیر رقم زرعی اور صنعتی ترقی کے لئے مختص کرے گی۔ یہ بغیر کسی ٹیکس لگائے کیا جائے گا۔ یہ ممکن ہو گا ریاستی ڈھانچے کو اسلام پر لانے سے، اور ریاستی اور نجی ملکیت کو درست کرنے اور دیگر ضروری اقدام اٹھانے سے۔ اسلام یہ لازم کرتا ہے کہ ریاستِ خلافت دنیا کی صفِ اول کی ریاست ہو۔ یہ ممکن ہو گا بھاری صنعت میں خاطر خواہ اضافہ کے ذریعے اور ساتھ ہی ساتھ ہر شعبہ میں اعلیٰ پائے کی تحقیق سے۔ پچھلی خلافت میں منظم زراعت پر دنیا صدیوں رشک کیا کرتی تھی۔ آنے والی خلافت میں پاکستان ضرور دیکھے گا کہ کس طرح زمین کے متعلق اسلام کے سنہری اصول نافذ کر کے آج بھی پاکستان کی زرعی پیداوار میں کئی گنا اضافہ ہو سکتا ہے۔

خلافت کی کرنسی سونا اور چاندی ہو گی جو افراط زر کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے گی۔ توانائی کے وسائل واپس امّت کی ملکیت میں دے دیے جائیں گے جس کی وجہ سے امّت کو بجلی انتہائی سستی میسر ہو گی۔ اس طرح جو لوگ آج سرمایہ داری کے فرسودہ نظام سے تنگ آ چکے ہیں، خلافت ان کو اپنی مثال سے اسلام کا حق بیان کرے گی اور اسلام کی طرف عالمی دعوت کی علمبردار بنے گی۔

صرف جمہوریت کے خاتمے اور خلافت کے قیام کے ذریعے ہی پاکستان میں ایک مضبوط اور دیر پا معاشی احیاء لایا جاسکتا ہے۔ حزب التحریر نے اسلامی معیشت پر جامع اور تفصیلی مواد تیار کر رکھا ہے۔

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ

"اور جو (مال) تم کو اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلائیے اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو۔ اور ملک میں طالب فساد نہ ہو۔ کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا" (القصص: ۷۷)

ختم شد

بقیہ صفحہ 35 سے

وہ شخص جس کا دل سنتا ہے اور گواہی دیتا ہے، اس کے لیے یہ مختصر جواب ہے۔ لیکن ضدی اس کا انکار کرے گا کیونکہ وہ وضو، روزہ اور نماز کے لیے شریعت کے دلائل سے مطمئن ہوتا ہے تاکہ وہ وضو، روزہ اور نماز پڑھ سکے، لیکن جو کام وہ نہیں کرنا چاہتا تو وہ اس کے دلائل نہیں دیکھتا اگرچہ وہ کام اس پر فرض ہے۔ اگر وہ ہوش مند ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان دلائل کو دیکھے جو ریاست کے قیام سے متعلق ہیں اگر وہ اس کا قیام چاہتا ہے۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور اعمال سے صرف ایک ہی دلیل ملتی ہے اور وہ ہے نصرۃ طلب کرنا، جو انہوں نے تفاعل کے آخری مرحلے میں کرنا شروع کی۔۔۔ اور یہ طریقہ فرض ہے۔ یہی مختصر اور مناسب جواب ہے اُس طریقہ کار کا جو ہم ریاست کے قیام کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

آخر میں آپ کو سلام پیش کرتا ہوں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کے لیے خیر کے دروازے کھول دے۔

آپ کا بھائی،
عطاء بن خلیل ابو الرشتہ
2 جمادی الاول 1438 ہجری

برصغیر پاک وہند کی تحریک خلافت

تحریر: افضل قمر

پہلی جنگ عظیم کے بعد بر صغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی پیش رفت تحریک خلافت تھی۔ اس تحریک کی بنیاد اس لیے رکھی گئی کیونکہ یہ بات تقریباً واضح ہو گئی تھی کہ ہارنے والی طاقتوںکے حکمران معزول کر دیے جائیں گے۔ عثمانی خلافت کے معاملے میں اس کا مطلب سلطان کی معزولی تھا۔ اس کے علاوہ اس کا یہ مطلب بھی تھا کہ خلافت بھی ختم کر دی جائے گی۔ ریاست بذاتِ خود ختم کر دی جائے گی جس کا مطلب یہ تھا کہ عرب علاقے تقسیم کر کے انہیں آزادی دے دی جائے گی، ترک ریاست کے یورپ میں واقع علاقے مزید کم ہو جائیں گے، اور اس کے ساتھ ہی ہنگری کی ریاست ختم کر کے اسے آزادی دے دی جائے گی۔

برصغیر پاک ہند کے مسلمان خلافت کے لیے پریشان تھے۔ خلافت تحریک نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو جوش سے بھر کر متحرک کیا ور تمام مسلمان سیاسی قوتوں کو اس تحریک کا حصہ بننے پر مجبور کر دیا۔ تحریک کی پہچان علی برادران، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی جوہر تھے۔ مولانا محمد علی جوہر کو اس وقت جیل بھیج دیا گیا جب انہوں نے مسلمان فوجیوں کو عراق بھیجنے سے روکنے کے لیے تحریک خلافت کو استعمال کیا۔ ان مسلمان فوجیوں کو بھیجنے کا مقصد عرب علاقوں پر قبضہ کرنا تھا۔ انہیں اس بات پر مجرم قرار دیا گیا کہ انہوں نے ممبئی (سابقہ بمبئی) میں اس حوالے سے پمفلٹ تقسیم کیے ہیں۔

خلافت تحریک نے طاقت اس بات سے پکڑی کہ مسلمانوں کی یہ خواہش تھی کہ مقدس مقامات کے ساتھ ساتھ کافی علاقہ خلیفہ کے کنٹرول میں رہے تا کہ وہ کسی حد تک آزاد رہے۔ اس وقت شاید تحریکِ خلافت کا سب سے اہم سبق یہ تھا کہ ہندوؤں کے ساتھ اپنے مستقبل کو نتھی کرنا بے کار ہے۔ مولانا محمد علی جوہر نے تحریکِ خلافت کے لیے انڈین نیشنل کانگریس کی حمایت حاصل کی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے بھارت کی آزادی اور گائے کے ذبحہ کو روکنے کے مطالبے کو اپنے دیگر مطالبات کا حصہ بنایا۔

برصغیر پاک ہند کے مسلمان خلافت کے لیے پریشان تھے۔ خلافت تحریک نے برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کو جوش سے بھر کر متحرک اور تمام مسلمان سیاسی قوتوں کو اس تحریک کا حصہ بننے پر مجبور کر دیا۔

اس تحریک کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ اس نے بھارت کو مولانا ابوالکلام آزاد کی صورت میں ایک اعلیٰ پائے کا سیاست دان دیا۔ آزاد کے ساتھ ساتھ کئی مسلمان تحریک خلافت کے ذریعے سیاسی میدان میں اترے اور جب خلافت ختم کر دی گئی تو وہ بھارت کی آزادی کے لیے کام کرتے رہے، اور کانگریس کو اپنے سیاسی خواہشات کے اظہار کے لیے چنا۔

اس تحریک کا ایک اور اہم رخ یہ تھا کہ 1857 میں مغل حکمرانی کے خاتمے کے بعد پہلی بار بھارتی مسلمان سیاست میں پوری شدت کے ساتھ داخل ہوئے۔ 1857 کے بعد سر سید احمد خان نے مسلمانوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ سیاست سے دور رہیں، اور مسلمانوں نے کافی حد تک اس مشورے پر عمل بھی کیا۔ لہٰذا جب کانگریس قائم ہوئی تھی تو مسلمان اس کے قیام میں شامل نہیں تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کو کانگریس ک پیچھا کرنے کی کوشش کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے، خصوصاً جب آل انڈیا مسلم لیگ کانگریس کے اتنے قریب آگئی کہ عملاً 1917 میں کانگریس میں ضم ہو گئی۔ تحریکِ خلافت نے یہ دیکھایا کہ مسلمان ہندوستان کی آزادی یا اس دور کے کسی بھی دوسرے نعرے سے سیاسی طور پر اتنے متحرک نہیں ہوتے تھے جتنا کہ خلافت کے مسئلہ پر وہ سیاسی طور پر متحرک ہوئے تھے۔

تحریک خلافت کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ اس کے ذریعے بہت سارے لوگ سیاست میں داخل ہوئے جو اس سے پہلے اس میدان کے کھلاڑی نہیں تھے۔ جب تحریک خلافت ایک مایوس کن نتیجے پر ختم ہوئی کیونکہ وہ اپنے اہداف کو حاصل نہ کر سکی، تو بہت سے مسلمان سیاسی پلیٹ فارم سے محروم ہو گئے۔ کچھ کانگریس میں چلے گئے لیکن دوسرے آل انڈیا مسلم لیگ میں چلے گئے کیونکہ وہ آزادی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی ریاست بھی چاہتے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے سے کچھ واضح نہیں ہے کہ برصغیر کے مسلمان در حقیقت کیا چاہتے تھے۔ کیا جو انڈین نیشنل کانگریس چاہتی تھی مسلمان بھی وہی

چاہتے تھے جو کہ ایک طرح برطانوی راج کا ہی ہم شکل نظام تھا۔ یا وہ خلافت کا حصہ بننا چاہتے تھے؟ جب خلافت ختم ہوگئی تو دوسری خواہش تو ممکن نہ رہی۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ جب تحریک خلافت شروع ہوئی تھی اس وقت آئرلینڈ اپنی آزادی کے حصول کے بہت قریب تھا، اور یہ ایک ایسی مثال تھا جس نے برصغیر کے تمام سیاست دانوں کو متاثر کیا تھا۔ صرف مسلمان ہی نہیں سب اس تجربے سے سیکھ رہے تھے کہ آزادی کے بعد کا برصغیر پاک وہند کس طرح کا ہو گا۔

خلافت کے خاتمے نے برصغیر کے مسلمانوں کو شدید پریشانی میں مبتلا کردیا جس کا اظہار صرف تحریک خلافت کی ہی صورت میں نہیں ہوا بلکہ ریشمی رومال تحریک اور تبلیغی جماعت کا قیام بھی اسی صورتحال کا نتیجہ تھی۔ تحریک خلافت کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ دوبارہ کھڑی ہوئی۔ 1920 میں مسلم لیگ سائمن کمیشن سے ملاقات کرنے کے سوال پر تقسیم ہوگئی۔ اس کمیشن سے ملاقات کے مخالف دھڑے کے سالانہ کنونشن میں علامہ سر محمد اقبال نے اپنے صدارتی خطبے میں مسلمانوں کی ایک الگ ریاست کی تجویز پیش کی تھی۔ آل انڈیا مسلم لیگ دوبارہ اکٹھی ہوگئی لیکن اُس نے اِس خیال کو1940 تک ایک باقاعدہ پالیسی کے طور پر اختیار نہیں کیا تھا۔

تحریک خلافت نے تحریک پاکستان کو دو حوالوں سے متاثر کیا؛ اول، تحریک خلافت سے نکلے ہوئے افراد، اور دوئم، پہلی تحریک کا زبردست اثر۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ لوگ جو پہلی بار تحریک خلافت کے ذریعے سیاست کے میدان میں آئے تھے ان کی بڑی تعداد آل انڈیا مسلم لیگ کے ذریعے اس میدان میں موجود رہی۔ اگرچہ وہ پارٹی پالیسی کے خلاف نہیں گئے لیکن وہ پارٹی کی پالیسیوں کو ایسے اختیار کرتے تھے جو ان کے پچھلے سیاسی تجربے کے سے ہم آہنگ ہوتی۔ ان دونوں وجوہات کی وجہ سے تحریک خلافت نے تحریک پاکستان اور پاکستان کی آئیڈیالوجی کو متاثر کیا۔

لہٰذا پاکستان محض نو آبادیاتی نظام کے خلاف ردعمل کا نتیجہ نہیں جیسا کہ مسلمانوں نے خلافت کے خاتمے پر ردعمل دیا تھا۔ پاکستان میں بظاہر دو طرح کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو مصطفیٰ کمال اور کمال ازم یعنی عثمانی خلافت کے خاتمے کے بعد ترکی میں قومی ریاست کے تصور کے حامی ہیں۔اس چیز نے شاید کچھ حد تک پاکستان کی نئی ریاست کے لیے قومی شناخت کی خواہش کو پیدا کیا۔ لیکن اس کے ساتھ پین اسلامک نظریے

> خلافت تحریک اس خواہش پر مبنی تھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات کی اتباع کی جائے۔ پاکستان اسی خواہش کی تکمیل کے لیے وجود میں لایا گیا تھا

کے حامل لوگ بھی ہیں جو پاکستان کو اسلام کی لیبارٹری کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اس سے یہ مفروضہ پیدا ہوا کہ اسلام کو جدید شکل میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس چیز کی ضرورت صرف نوآبادیاتی نظام سے سبق حاصل کرنے کی وجہ سے محسوس نہیں ہوئی، بلکہ خلافت کے خاتمے اور اسلام کو عملاً اختیار کرنے میں حائل ہونے والی مشکلات کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا۔ پاکستان میں پین اسلامک تحریکوں کی مقبولیت اور قبولیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے، چاہے وہ عالمی اسلامی لیگ ہو یا او۔ آئی۔ سی ہی کیوں نہ ہو۔

اس نئی ریاست کی جو مشکل ہے وہ یہ کہ اس کے حکمران سابقہ استعماریوں کی حمایت کرتے ہوئے اس کے قیام کے مقصد سے منحرف ہوگئے ہیں۔ پاکستان صرف اسی صورت میں اپنے قیام کے مقصد کو حاصل کرسکتا ہے اگر وہ خلافت کا حصہ بن جائے۔ خلافت صرف عثمانی خلافت تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ ریاست ہے جو نبوت کے طریقے کے مطابق اسلام کو مکمل طور پر نافذ کرتی ہے۔ کوئی بھی جماعت جو اس ہدف کے حصول کے لیے کام نہیں کرتی درحقیقت ہمیں ہماری منزل سے دور لے جانے کا باعث ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ وَاذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً وَكُنتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ ءَايَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ "اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو۔ اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ"(آل عمران:103)۔

خلافت تحریک اس خواہش پر مبنی تھی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات کی اتباع کی جائے۔ پاکستان اسی خواہش کی تکمیل کے لیے وجود میں لایا گیا تھا جو اب تک پوری نہیں ہوسکی ہے۔ جب تک یہ خواہش پوری نہیں ہوگی یہ جدوجہد جاری رہے گی۔

پانامہ مقدمے کے فیصلے کے سیاسی، عدالتی اور معاشرتی اثرات

تحریر: محمد غزنوی

سپریم کورٹ کا جو بینچ پانامہ مقدمے کی سماعت کر رہا ہے اس نے یہ بلند بانگ دعوی کیا کہ اس مقدمے کا فیصلہ صدیوں یاد رکھا جائے گا۔ اگرچہ اس دعوی پر بحث کی جاسکتی ہے کہ آیا اس فیصلے کو صدیوں یاد رکھا جائے گا یا نہیں لیکن جو بات کسی شک و شبہ سے بالاتر ہے وہ یہ کہ حکمران جماعت اور نام نہاد حزب اختلاف دونوں نے سیاسی فتح حاصل کی ہے۔ اس فیصلے نے مسلم لیگ ن کو حکمرانی جاری رکھنے کی اجازت دی ہے اور وہی اسے یہ اعتماد دیا کہ وزیر اعظم کے خلاف پیش کیے جانے والے "ثبوت" ناکافی ہیں۔ اس فیصلے نے پی ٹی آئی، پی پی پی اور جماعت اسلامی کو بھی خوشیاں منانے کا موقع فراہم کیا ہے جبکہ اسی دوران وہ الیکشن سے پہلے کے ایجنڈے کی تیاری کر رہی ہیں۔ اس فیصلے نے عدلیہ کی بھی کچھ عزت رکھ لی کیونکہ سینئر ترین ججوں نے اختلافی نوٹ لکھے تاکہ غیر جانبداری کے سراب اور دھوکے کو برقرار رکھ سکیں۔ اس کے علاوہ اس فیصلے نے نوازیوں اور زرداریوں کو یہ یقین دلایا ہے کہ وہ عوام کا کتنا بھی خون کیوں نہ چوس لیں پورا نظام ان کی پیاس کو بجھانے کے لیے بیٹھا ہے۔

لیکن سب سے زیادہ اس فیصلے نے پاکستان کے عوام کو یہ یقین دہانی کرادی ہے کہ عدالتی طریقہ کار اور نظام سے ان کی مایوسی اور ناامیدی بلاوجہ نہیں ہے بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔ اس فیصلے نے اس تاثر کو صحیح ثابت کیا ہے کہ ہمارے ملک میں دو متوازی عدالتیں موجود ہیں: ایک امیر اور دولت مندوں کے لیے اور دوسری عام آدمی کے لیے۔ یہ عدالتی نظام ان اربوں ڈالروں کو واپس نہیں لا سکتا جو زرداری نے غبن کیے تھے جبکہ وفاقی حکومت اور عدلیہ اچھی طرح سے جانتی ہیں کہ کن کن سوئس بینکوں میں یہ پیسہ چھپایا گیا ہے۔ مس ایان علی جو دبئی پیسہ سمگل کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی تھی اسے نہ صرف ضمانت پر جیل سے چھوڑ دیا گیا بلکہ اس کا نام بھی ایگزٹ کنٹرول لسٹ سے نکال دیا گیا جیسے اسے موقع دیا جارہا ہو کہ وہ اپنا نامکمل کام مکمل کرلیں! یہ وہی قانونی طریقہ ہے جو اس وقت خاموش رہا جب مشرف نے حکومت پر قبضہ کیا، متنازع پی سی او نافذ کیا، ملک میں ایمرجنسی کا اعلان کیا، اور بالآخر "غداری" کا ملزم بننے کے بعد ملک سے فرار ہوگیا۔ اسی "عدالتی سرگرمی" نے ریمنڈ ڈیوس کو با عزت بری کیا تاکہ وہ ملک سے چلا جائے اور اس کا بال بھی بیکانہ ہو جبکہ اس نے دن دہاڑے مسلمانوں کا خون بہایا تھا۔ جبکہ دوسری جانب عام آدمی اچھی طرح سے جانتا ہے کہ جب وہ عدالت کے دروازے پر دستک دیتا ہے تو فیصلے کے انتظار میں اس کی پوری زندگی گزر جاتی ہے۔ یہ بات تو اب زبان زد عام ہے کہ حکمران اور دولت مند وکیل نہیں کرتے بلکہ جج کی "خدمات" حاصل کرلیتے ہیں۔

پانامہ مقدمے کے فیصلے کی تفصیلات پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانچوں ججوں کے سوچنے کے انداز اور دلائل میں بہت یکسانیت ہے۔ لیکن فیصلہ متفقہ نہیں بلکہ 3:2 کی نسبت سے آیا۔ آخر وہ کیا بات تھی جس نے تین ججوں (اکثریت) کو موجودہ حکمرانوں کے خلاف فیصلہ دینے سے روکا جبکہ ان تین ججوں نے بھی اس معاملے پر ویسے ہی بحث کی جیسا کہ ان دو ججوں نے کی جو وزیر اعظم کو گھر بھیجنا چاہتے تھے؟

ہمارا عدالتی نظام جس بیماری کا شکار ہے اسے جاننے کے لیے بہت زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ جج کتنا غیر جانبدار، ذہین اور اصول پسند ہے، وہ اس نظام میں انصاف نہیں دے سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نظام بنیادی طور پر ہی خراب ہے۔ یہ نظام انسان کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ دوسرے انسان کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہوئے اس اصول کا سہارا لے سکتا ہے کہ پہلے کیا فیصلہ دیا گیا تھا۔ قانون اور اصول قانون عملاً اس کو جج کہتے ہیں جو صورتحال کے مطابق کسی بھی قانون کی تشریح اور توجیح کرسکے۔ یہ طاقت جو انسان کو دی گئی ہے، چاہے وہ اپنی ذاتی زندگی میں کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو، کمزوری اور کرپشن کی بنیاد ہے۔ "نظریہ ضرورت" کے اصول کے تحت مشرف کے دور کا پی سی او اور آج کا پانامہ فیصلہ اس کی مثالوں میں سے چند مثالیں ہیں۔

اس کے مقابلے میں اسلام ایسا قانونی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے جس کی بنیاد تفصیلی شرعی احکام ہیں جن کے ماخذ قرآن و سنت ہیں۔ اسلام ججوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فراہم کردہ ڈھانچے میں رہتے ہوئے آزادنہ فیصلے کریں۔ یہی قانونی ڈھانچہ دیے جانے والے فیصلوں کے معیار کو بھی دیکھتا ہے اور ایک اندرونی چیک اینڈ بیلنس کا کام کرتا ہے۔ لہٰذا ہم یہ دیکھتے ہیں خلافت راشدہ کے دور کے ججز انصاف اور غیر جانبداری کے

اعلیٰ ترین نمونے تھے۔ یہ وہی قانونی نظام تھا جس نے ایک یہودی کو اس قابل کیا کہ وہ اس وقت کے خلیفہ راشد علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف مقدمہ جیت جائے، جبکہ وہ خلیفہ خود ایک بہت بڑا عالم اور فقیہ بھی تھا۔ یہ وہی قانون تھا جس پر عمل کرتے ہوئے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو سزا دی اور کپڑے کے ایک ٹکڑے کی تقسیم پر بھی ان کا احتساب کیا گیا۔ اس وقت کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا تھا جیسا کہ ہم آج دیکھتے ہیں۔ کمزور کے حقوق، اس بات سے قطع نظر کہ وہ کس نسل، رتبے یا مذہب سے تعلق رکھتا ہے، اسے دلائے جاتے تھے۔ جب یہ درخواست کی گئی کہ اس عورت کو معاف کر دیا جائے جس نے چوری کی تھی کیونکہ اس کا تعلق ایک اچھے خاندان سے ہے تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ کہہ کر خبردار کیا۔۔إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمْ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمْ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا" تم سے پہلے کی قومیں برباد ہوگئی کیونکہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو چھوڑ دیا جاتا لیکن اگر ان میں سے کوئی کمزور شخص چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے۔ اللہ کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دو ں گا" (بخاری)۔ اُس نظام کے استحکام اور مضبوطی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی مرضی کے مطابق دوسرے انسان کو سزا نہیں دیتا بلکہ جج خود کو وحی کا پابند رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَاثْنَانِ فِي النَّارِ، فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ، وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ، فَهُوَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ "قاضی تین طرح کے ہیں: ایک جنت میں ہے اور دو آگ میں۔ جو جنت میں ہے وہ شخص ہے جو حق جانتا ہے اور اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، لیکن وہ جو حق جانتا ہے لیکن غلط فیصلہ دیتا ہے وہ آگ میں ہے۔ اور وہ جو علم نہیں رکھتا اور لوگوں کی خوشنودی کے لیے فیصلہ دیتا ہے وہ بھی آگ میں ہے" (ابو داؤد)۔

اے پاکستان کے مسلمانو، آپ اس عدالتی نظام سے اچھی طرح واقف ہیں، لہٰذا اس مردہ گھوڑے کو کھڑا کرنے میں کیا فائدہ ہے؟ آپ امید کرتے ہیں کہ پانامہ کے فیصلے سے کچھ اچھا بر آمد ہو گا کیونکہ آپ چاہتے ہیں کہ انصاف ہو۔ لیکن محض امید لگالینے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ آپ کو سوچنا ہو گا اور گہرائی میں سوچنا ہو گا کہ کیسے آدھی صدی گزر جانے کے بعد آج بھی ہم کرپٹ حکمرانوں کے رحم و کرم پر ہیں اور وہ جیسے چاہتے ہیں انہیں ویسا ہی "قانونی" تحفظ مل جاتا ہے۔ اس کرپٹ نظام کے خلاف کسی خوف اور نتائج کی پرواہ کیے بغیر حزب التحریر کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں۔ أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ رَهْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقٍّ إِذَا رَآهُ أَوْ شَهِدَهُ فَإِنَّهُ لَا يُقَرِّبُ مِنْ أَجَلٍ وَلَا يُبَاعِدُ مِنْ رِزْقٍ "لوگوں کا خوف تمہیں سچ بولنے سے نہ روکے، جب تم اسے دیکھو، کیونکہ اس سے نہ تو تمہاری زندگی مختصر ہو گی اور نہ تمہارے رزق میں خسارہ ہو گا" (احمد)۔

اے افواج پاکستان کے افسران! امت محمدیہ کے جاں بازو، آپ کی قیادت اس شو کو چلا رہی ہے۔ یقیناً آپ جانتے ہیں کہ یہ حکمران کچھ نہیں کر سکتے جب تک کہ انہیں جی ایچ کیو سے اشارہ نہ ملے۔ آپ کی قیادت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ اس سرزمین پر خون چوسنے والا نظام چلتا رہے جس نے دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کا قلعہ بننا تھا۔ حزب التحریر کی پکار کا جواب دو جب وہ اپنے امیر شیخ عطا بن خلیل ابو الرشتہ، قابل فقیہ اور مشہور رہنما، کی قیادت میں تم سے نصرۃ طلب کریں تا کہ اس نظام کی جگہ خلافت کا نظام نافذ کیا جائے، جو خلفاءراشدین سے تخلیقی تحریک لیتی ہے۔ یقین رکھو کہ اللہ کے حکم سے خلافت آرہی ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لاَ يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمْ الْفَاسِقُونَ

"تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کیے ہیں اللہ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے خوف و خطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں" (النور:55)

یقیناً ایمان والوں کے لیے اللہ ہی کافی ہے جو ان کے دلوں کو مطمئن، ان کی خوف کو دور اور ان میں توانائی بھر دیتا ہے۔

ختم شد

غزوہ بدر کی سالگرہ:

مقبوضہ کشمیر امت کی ڈھال خلافت کے ذریعے آزادی کا مطالبہ کررہا ہے

پریس ریلیز

آج جب ہم غزوہ بدر کے دن کو یاد کررہے ہیں، اس قیادت کو یاد کررہے ہیں جو صاحبِ بصیرت تھی اور ان جنگجوؤں کو یاد کررہے ہیں جو بہادر تھے، تو ہمیں مقبوضہ کشمیر کی صورتحال کو بھی سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ رمضان کے مہینے میں بھی وحشی ہندو فوج نے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کے خلاف ظلم و جبر کے سلسلے کو جاری رکھا ہوا ہے۔ ہندو فوج نے موجودہ طویل ظلم وجبر کی مہم پچھلے سال گرمیوں میں شروع کی تھی جس میں پیلٹ گن کے استعمال کے ذریعے لوگوں کو اندھا کیا جارہا ہے اور کہیں انہیں جیپ کے سامنے انسانی ڈھال کے طور پر باندھ کر اپنی حفاظت اور مسلمانوں کی تذلیل کی جارہی ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں سات دہائیوں سے جاری طویل ظلم وستم اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے آباؤاجداد نے پاکستان کے قیام کے لیے بے مثال قربانیاں کیوں دیں تھیں۔ وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ ہندو انصاف کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے اور اگر اسے مسلمانوں پر کسی بھی درجے کا اختیار حاصل ہوگیا تو مسلمانوں کی زندگی عذاب بن جائے گی۔ اور آج ہم آنسو بہاتے اور افسوس کرتے ہیں اپنی ان بہنوں کے لیے جن کی عفت وعصمت پر ہندو مشرکین نے حملے کیے اور اپنے ان ہزاروں بہن بھائیوں کے لیے جو شہید، زخمی یا اندھے کردیے گئے۔ ان مظالم میں 23 فروری 1991 کا وہ دل خراش واقع بھی شامل ہے جب ضلع کپواڑہ کے جڑواں گاؤں کنان اور پشپورہ میں تلاشی کے دوران درجنوں مسلم خواتین کی اجتماعی عصمت دری کی گئی اور بین الاقوامی سطح پر شور مچ گیا تھا۔

مقبوضہ کشمیر کی اس خوفناک صورتحال میں ہمارے پاس ایسی قیادت ہونی چاہیے تھی جو ہمارے بہادر افسران اور فوجیوں میں مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لیے جوش وولولہ پیدا کرتی لیکن ہم پر ایسی اندھی قیادت مسلط ہے جو اپنی بے عملی کو چھپانے اور ہندو جارحیت کے خلاف "تحمل" کی پالیسی کو جاری رکھنے کے لیے صرف شور مچاتی ہے۔

> **ہمیں ایسی فوجی قیادت نہیں چاہیے جو کھلے الفاظ کا سہارا لے جبکہ منہ توڑ ردعمل وقت کا تقاضا ہو! ہمیں ایسی قیادت نہیں چاہیے جو مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر محض کھوکھلے مذمتی بیانات دیتی ہے**

بھارتی جارحیت کے باوجود، جس میں 10 جون کو پونچھ میں ایک بزرگ مسلمان کی شہادت بھی شامل ہے، پاکستان کے آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ حرکت میں نہیں آتے۔ بلکہ اسی دن باجوہ نے اس جارحیت کے خلاف مسلمانوں کے سینوں میں لگی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جب لائن آف کنٹرول پر تعینات ہمارے فوجیوں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا، "ہم ملک کو درپیش دفاع اور سیکیورٹی کے چیلنجز سے باخبر ہیں اور ہم اس بات سے قطع نظر کے کون سا محاذ ہے ہر خطرے کو شکست دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں"۔ ہمیں ایسی فوجی قیادت نہیں چاہیے جو کھوکھلے الفاظ کا سہارا لے جبکہ وقت کا تقاضا یہ ہو کہ منہ توڑ ردعمل دیا جائے! ہمیں ایسی قیادت نہیں چاہیے جو مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر محض کھوکھلے مذمتی بیانات دیتی ہے تاکہ ایسا "حل" مسلط کردیا جائے کہ کشمیر کے مسلمانوں کا مستقبل بھی موجودہ حال کی طرح وحشی ہندو افواج کے مظالم کا سامنا کرنا ہی ہو اور ہندو کو مسلم علاقوں پر اختیار کی یقین دہانی کرادی جائے۔ ہم یہ بات اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ بزدل ہندو فوج پچھلے ستر سالوں سے میدان جنگ میں لڑ کر ایسا اختیار اپنے زور بازو پر حاصل نہیں کرسکی جبکہ ابھی اس نے چھوٹے چھوٹے کمزور لیکن بہادر پُرجوش مسلح گروپوں کا سامنا کیا ہے۔ وہ دن کیا شاندار دن ہوگا جب خلیفہ راشد کی قیادت میں طاقتور مسلم افواج ہندو کو بدترین شکست فاش دیں گی اور رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کو بلند کریں گی۔

مسلمانو اب بس بہت ہوگیا! حزب التحریر ولایہ پاکستان مسلمانوں کو پکارتی ہے کہ وہ اپنی ڈھال، اسلامی خلافت، کو بحال کریں تاکہ رمضان کامیابیوں کا مہینہ بن

جائے جیسا کہ ماضی میں صدیوں تک رمضان مسلمانوں کے لیے کامیابیوں کا مہینہ رہا ہے۔ آج بروز پیر 12 جون بمطابق 17 رمضان غزوہ بدر کی سالگرہ ہے جو 2 ہجری میں لڑی گئی تھی۔ یقیناً غزوہ بدر ہم سب کے لیے اس بات کی یاد دہانی ہے کہ جب مسلمانوں کا امام ہوتا ہے جو اسلام کی بنیاد پر حکمرانی کر رہا ہو اور اللہ کے سواء کسی سے نہ ڈرتا ہو تو اس بات کے باوجود کہ ان کا دشمن ان سے تعداد اور اسلحے میں کتنا ہی برتر کیوں نہ ہو مسلمان اپنے دشمنوں پر کامیابیاں حاصل کرتے تھے۔ مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، إِنَّمَا الإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَلَ كَانَ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرٌ وَإِنْ يَأْمُرْ بِغَيْرِهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنْهُ "بے شک امام (خلیفہ) ہی ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے تحفظ حاصل ہوتا ہے"۔ اگر وہ اللہ عزوجل کا خوف رکھتا ہے اور انصاف کرتا ہے تو اس کے لیے اجرِ عظیم ہے اور اگر وہ اس سے ہٹ کر عمل کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر آتا ہے"۔

غزوہ بدر اس بات کی یاد دہانی کراتا ہے کہ جب مسلمانوں کی حفاظت ایسا امام کرتا تھا جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتا تھا تو ان کے جنگجوؤں کا ایمان بڑھتا چلا گیا جس نے ان کی صلاحیتوں کو کئی گنا بڑھا دیا اور اس طرح ان کے دشمنوں میں ان کا خوف بیٹھ گیا اور کامیابی کی راہ ہموار ہوگئی۔ مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ بدر میں مشرکین سے پہلے پہنچے، اور جب وہ (مشرکین) پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے کہا، لا يقدمن أحد منكم إلى شيء حتى أكون أنا دونه "تم میں سے کوئی بھی مجھ سے آگے نہ بڑھے"۔

جب مشرکین قریب آگئے تو رسول اللہ ﷺ نے کہا، قوموا إلى جنة عرضها السماوات والأرض "اب اٹھو اور جنت کی جانب بڑھتے چلو جس کی وسعت اتنی ہے جتنی زمین و آسمان کے درمیان ہے"،

> غزوہ بدر اس بات کی یاد دہانی کراتا ہے کہ جب مسلمانوں کی حفاظت ایسا امام کرتا تھا جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتا تھا تو ان کے جنگجوؤں کا ایمان بڑھتا چلا گیا جس نے ان کی صلاحیتوں کو کئی گنا بڑھا دیا اور اس طرح ان کے دشمنوں میں ان کا خوف بیٹھ گیا اور کامیابی کی راہ ہموار ہوگئی۔

عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "کیا جنت زمین اور آسمان کی وسعت جتنی وسیع ہے؟" رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ عمیر نے کہا: "زبردست!" رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، ما يحملك على قولك بخ بخ "کس بات نے تمہیں یہ پوچھنے پر مجبور کیا؟" عمیر نے جواب دیا: کسی چیز نے نہیں اے اللہ کے رسول! صرف اس بات کی امید کرتا ہوں کہ میں بھی اس میں رہنے والوں میں شامل ہو جاؤں"۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا، فإنك من أهلها "تم یقیناً ان میں شامل ہوگے"۔ عمیر نے کچھ کھجوریں اپنے تھیلے میں سے نکالیں اور انہیں کھانے لگے لیکن پھر کچھ ہی دیر بعد کہا: "اگر میں اتنی دیر بھی زندہ رہوں کہ یہ کھجوریں کھا سکوں تو یہ ایک طویل زندگی ہوگی"۔ لہٰذا انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور دشمنوں سے لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

لیکن آج ایسی ڈھال کی غیر موجودگی اور بصیرت سے عاری قیادت کے بوجھ کی وجہ سے ہماری کیا صورتحال ہے اگرچہ مسلمانوں کے پاس تیس لاکھ سے زائد فوج موجود ہے؟ اپنی ڈھال کے بغیر صورتحال یہ ہے کہ اس امت کے مقابلے میں انتہائی چھوٹی چھوٹی قومیں بھی اس پر حملہ آور ہیں جیسا کہ برما کے حکمران، اور بزدل بھی اس پر حملہ آور ہیں جیسا کہ یہودی وجود، ہندو ریاست اور صلیبی امریکہ۔ اس بات کی فوری ضرورت ہے کہ مسلمان نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی اپنی اسلامی ذمہ داری کو پورا کریں۔ اور اس بات کی بھی فوری ضرورت ہے کہ افواج کے افسران خود کو مجرم حکمرانوں سے آزاد کرائیں جنہوں نے انہیں باندھ رکھا ہے اور امت کی ڈھال، خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کو نصرۃ فراہم کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

17 رمضان 1438 ہجری

12 جون 2017

روزہ مسلمان کی ڈھال ہے اور خلافت امت کی ڈھال ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے پاکستان کے مخلص اور اچھے لوگو!

رسول اللہ ﷺ کے دور کے بعد کئی صدیوں تک اسلام کی حکمرانی رہی اور اس دور میں خلافت دشمنوں کے خلاف مسلمانوں کی ڈھال تھی۔ رمضان کے مہینے میں اسلامی خلافت فوجوں کو حرکت میں لاتی تھی اور خلافت نے اپنے سے کئی گنا طاقتور دشمنوں کے خلاف اہم کامیابیاں اسی مہینے میں حاصل کیں۔ رمضان 13 ہجری میں خلافت نے اُس وقت کی سپر پاور، سلطنتِ فارس، کو البویب میں شکست دی اور اُس کو ہلا کر رکھ دیا جس کے بعد اس کی تباہی و بربادی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ رمضان 92 ہجری میں خلافت نے اندلس (اسپین) کو فتح کیا اور آنے والی کئی صدیوں تک کے لیے یورپ پر اسلام کی حکمرانی کے دروازے کھل گئے۔ رمضان 92 ہجری میں ہی محمد بن قاسم نے برِصغیر پاک وہند کو اسلام کے لیے کھولا اور آنے والی کئی صدیوں تک ہندو مشرکین پر اسلام کی بالادستی کی بنیاد ڈال دی۔ رمضان 223 ہجری میں خلافت نے عموریہ کو فتح کیا جس پر طاقتور رومی سلطنت فخر کرتی تھی۔ رمضان 658 ہجری میں خلافت نے عین جالوت کے مقام پر وحشی تاتاریوں کو شکستِ فاش دی جبکہ اس جنگ سے کچھ عرصہ پہلے تک تاتاریوں نے مسلمانوں اور ان کی سلطنت کو شدید نقصان پہنچایا تھا۔ یقیناً جب امت کے پاس اُس کی ڈھال، خلافت، موجود تھی تو رمضان مسلمانوں اور ان کی افواج کے لیے کامیابیوں اور فتوحات کا مہینہ ہوتا تھا۔

لیکن اب 1438 ہجری کا رمضان، جب ہمارے پاس ہماری ڈھال، خلافت، نہیں ہے تو ہماری افواج کو مسجد الاقصی کو یہودی وجود سے آزادی دلانے اور مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کو ہندو مشرکین کے ہاتھوں شہید، زخمی اور اندھا ہونے سے بچانے سے روکا جاتا ہے۔ جب کبھی امریکی فوجی حکام "ڈو مور" کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہ حکمران بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ہماری افواج کو اُن مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بھیج دیتے ہیں جو قابض کفار کے خلاف لڑ رہے ہوں۔ اور یہ حکمران امریکی مطالبے مانتے جاتے ہیں حالانکہ یہ افغانستان پر امریکی قبضہ ہی ہے جس نے بھارتی "را" کے لیے افغانستان کے دروازے کھول دیے ہیں اور وہاں سے بیٹھ کر "را" ہمارے قبائلی علاقوں، بلوچستان اور اہم شہروں پر حملہ کرتی ہے۔

مزید برآں، یہ حکمران ہمارے تحفظ کے لیے ہماری افواج کو حرکت میں لانے کی بجائے کفار کو سہولتوں پر سہولتیں فراہم کر کے ان کے قبضے کو مستحکم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس رمضان جیسے عرب حکمران "نارملائزیشن" کے نام پر یہودی وجود کے سامنے جھکے ہوئے ہیں اُسی طرح پاکستان کے حکمران ہندو ریاست کے سامنے جھکے پڑے ہیں۔ واشنگٹن میں بیٹھے اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لیے پاکستان کے حکمران دن رات بھارت کے مقابلے میں ہمارے معاشی، فوجی، سیاسی اور ثقافتی مفادات سے دستبردار ہو رہے ہیں اور بھارتی جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کی بجائے مسلمانوں کو "تحمل" کی پالیسی کے فوائد بتا رہے ہیں۔ یقیناً باجوہ-نواز حکومت ہماری سلامتی کے امور کے لیے قبر کھود رہی ہے اور ہندوؤں کے "اکھنڈ بھارت" کے خواب کو حقیقت بنانے میں معاونت کر رہی ہے بالکل ویسے ہی جیسے عرب حکمران "عظیم اسرائیل" کے لیے بنیادیں ڈال رہے ہیں۔

تو اس بات کے باوجود کہ پاکستان کے پاس زمین، وسائل اور ایسی افواج ہیں جو دنیا کی بڑی طاقتوں کا سامنا کر سکتی ہیں، پاکستان کا عالمی اور علاقائی امور پر اثر اس کی اصل طاقت کے مقابلے میں انتہائی کم ہے۔ ریاستِ خلافت کے بغیر موجودہ حکمران ہمارے سروں پر ڈھال کی طرح نہیں ہیں بلکہ یہ وہ زنجیریں ہیں جنہوں نے ہمیں جکڑ رکھا ہے اور وہ تلواریں ہیں جو ہماری ہی گردنوں کو نشانہ بنا رہی ہیں تا کہ ہم اپنے دشمنوں کے سامنے کمزور ہو جائیں۔

اے پاکستان کے مسلمانو!

رسول اللہ ﷺ نے روزے کو ہمارے لیے ڈھال قرار دیا ہے جو ہمیں انفرادی سطح پر جہنم کی آگ سے بچاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **الصِّيَامُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ كَجُنَّةِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْقِتَالِ** "جیسے لڑائی میں تمہاری ڈھال (حفاظت کے لیے) ہے ویسے ہی روزہ بھی آگ کے خلاف ڈھال ہے" (ابن ماجہ)۔ لہٰذا، اس رمضان ہم اخلاص کے ساتھ روزے کی فرضیت کو ادا کریں گے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اجر، اس کی مغفرت، اس کے رحم کو حاصل کرنے اور اس کے غضب سے بچنے کی کوشش کریں گے۔

لیکن رسول اللہ ﷺ نے خلافت کو بھی ڈھال سے تشبیہ دی ہے، انفرادی سطح پر نہیں بلکہ اجتماعی طور پر امت کے لیے ڈھال۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ** "بے شک خلیفہ ہی ڈھال ہے جس کے

پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے تحفظ حاصل ہوتا ہے"(مسلم)۔ لہٰذا اس رمضان ہم خود سے یہ سوال کریں کہ اس فرض کی ادائیگی کے لیے ہم کیا کوشش کر رہے ہیں جس فرض کو چھوڑنا صرف ایک حکم شرعی کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں بلکہ سینکڑوں احکام شرعیہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہے؟ یقیناً صرف خلافت ہی ہمارے دین کو ایک ریاست کی صورت میں نافذ کرنے کا اسلامی طریقہ ہے جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ ہماری حکمرانی، معیشت، تعلیم، عدلیہ، داخلہ پالیسی اور خارجہ پالیسی قرآن وسنت کے مطابق ہوں۔

اے پاکستان کے مسلمانو!

اس رمضان اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے معافی کی طلب کرنے کے لیے روزے، نمازیں اور آنسو بہانا کافی نہیں جبکہ ہماری ڈھال خلافت ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ امریکی راج کے خاتمے اور اکھنڈ بھارت کے منصوبے کی ناکامی کے لیے سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ کام کریں اور اس رمضان نبوت کے طریقے پر خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے ہم اپنی آواز حزب التحریر کی آواز کے ساتھ ملائیں۔

اگر ہم اس فرض کی ادائیگی کے لیے کام نہیں کرتے تو اس کا مطلب ہے کہ ہم نے حکمرانوں کے گناہوں کو قبول کر لیا ہے جو اب ہم سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ اگر ہم نے یہی روش اختیار کئے رکھی تو اس دنیا میں ہماری صورتحال مزید خراب ہو جائے گی اور ہم آخرت میں سزا کے حقدار ٹھہریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتَّى يَرَوْا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُونَ عَلَى أَنْ يُنْكِرُوهُ فَلَا يُنْكِرُوهُ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَذَّبَ اللَّهُ الْخَاصَّةَ وَالْعَامَّةَ "اللہ عام لوگوں کو چند خاص لوگوں کے باعث سزا نہیں دے گا سوائے اس کے کہ وہ منکر کو دیکھیں اور وہ اسے روکنے کے قابل ہوں لیکن اسے نہ روکیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو اللہ خاص لوگوں اور عام لوگوں دونوں کو سزا دے گا"(احمد)۔

افواج پاکستان میں موجود مخلص افسران!

اس رمضان باجوہ-نواز حکومت امریکی راج کو مستحکم کرنے اور اکھنڈ بھارت کی بنیادیں ڈالنے میں سرگرم ہے۔ ایسے وقت میں ایک عام شہری کے لیے ان جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا کافی ہے لیکن آپ کے لیے یہ کافی نہیں ہے کیونکہ آپ فوجی کمانڈرز ہیں اور آپ کے پاس جابروں کو پکڑنے، انہیں اکھاڑ پھینکنے اور انکی غدّاری کا خاتمہ کرنے کی مادی طاقت موجود ہے بالکل ویسے ہی جیسے آپ سے پہلے انصار رضی اللہ عنہم کے کمانڈرز تھے۔

ہماری افواج ایک طاقتور شیر ہیں جنہیں ایک عرصے سے زنجیروں سے باندھ کر رکھا گیا ہے جبکہ ان کے پنجے کا ایک حملہ ہی دشمنوں کو بھاگنے پر مجبور کر دے گا۔ ہماری افواج کو ان زنجیروں سے آزاد کراؤ اور نبوت کے طریقے پر خلافت کے فوری قیام کے لیے حزب التحریر کو اس کے امیر، مشہور فقیہ اور سیاستدان شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی قیادت میں نصرۃ فراہم کر کے امت کی ڈھال کو بحال کرو۔ اس مبارک مہینے میں اس عظیم بابرکت مقصد کے حصول کے لیے آگے بڑھو، ایمان والوں کے زخموں کو بھر دو اور رمضان کو ایک بار پھر کفار کے خلاف کامیابیوں کا مہینہ بنادو۔ إِنْ يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلاَ غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِى يَنصُرُكُم مِّنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ "اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو کون ہے جو تمہاری مدد کرے۔ ایمان والوں کو صرف اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے"(آل عمران:160)

22 شعبان 1438 ہجری/19 مئی 2017

حزب التحریر ولایہ پاکستان

بقیہ صفحہ 34 سے

یوں مسئلہ اس حدیث کے متعلق ہے جس کے ضعیف ہونے میں علمائے حدیث کے درمیان اختلاف ہے نہ کہ اس حدیث کے بارے میں کہ جس کے ضعیف ہونے پر علماء متفق ہیں۔ اس دوسری قسم کی حدیث کو استعمال نہیں کیا جائے گا اگر اسے مشہور مجتہدین اور علماء نے اپنی کتابوں میں ضعیف قرار دیا ہے چاہے ہم یہ تصور ہی کیوں نہ کرلیں کہ اسے بحث کرنے کے لیے کتاب میں رکھا گیا ہے، تب بھی یہ ضعیف ہی رہے گی، اور میں کہتا ہوں کہ "بحث کرنے کے لیے" کیونکہ مجتہدین اور فقہاء اس ضعیف حدیث سے استدلال ہی نہیں کرتے جس کے ضعیف ہونے میں علمائے حدیث کا اجماع ہو۔۔۔

مجھے امید ہے کہ محترم بھائی کے لیے موضوع واضح ہو گیا ہو گا۔

آپ کا بھائی،

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

6 صفر 1438 ہجری

بمطابق 6/11/2016م

سوال وجواب: علمائے حدیث کے درمیان ضعیف حدیث کی تعریف پر اختلاف

سوال:

السلام علیکم، میرا تعلق مصر سے ہے اور آپ کی ویب سائٹ پر یہ میرا پہلا وزٹ ہے۔

میں کچھ سابقہ معلومات کے حوالے سے تذبذب کا شکار ہوں، اور جب میں نے کچھ سوالوں کے حوالے سے آپ کے جوابات دیکھے تو میرے تذبذب میں مزید اضافہ ہوگیا، تو صبر سے مجھے سنیں، آپ کا شکریہ۔

آپ نے لکھا:

"دونوں احادیث اعتراض سے خالی نہیں اسی لیے بعض محدثین نے ان کو ضعیف کہا ہے، مگر ہم ان احادیث کو حسن احادیث میں سے شمار کرتے ہیں کیونکہ یہ فقہاء کی کتابوں میں آئی ہے جنھوں نے اس کو احکام کو استنباط کرنے کے لیے استعمال کیا ہے"۔

یہ جملہ شیخ عطاء ابوالرشتہ نے "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں" والی حدیث کے جواب میں کہا ہے۔ میرے علم کے مطابق محدثین (حدیث کے علماء) ہی حدیث کے بارے میں حکم لگاتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ: کیا یہ ممکن ہے کہ ایک حدیث فقیہ کے مطابق صحیح ہو اور محدثین کے مطابق موضوع؟

محمود احمد

ختم شد

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

لگتا ہے کہ آپ کا شبہ "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں" والی حدیث پر ہمارے جواب سے متعلق ہے اور آپ نے یہ گمان کیا کہ محدث کسی حدیث کو ضعیف قرار دے سکتے ہیں جبکہ فقہاء اسی حدیث کو حسن کہہ سکتے ہیں، مگر معاملہ ایسا نہیں، جب کسی حدیث کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اجماع ہو جائے تو فقہاء اس کو حسن قرار نہیں دے سکتے۔

میرے بھائی، مسئلہ اس ضعیف حدیث کے متعلق ہے جس کے ضعیف ہونے میں محدثین کا اختلاف ہو، کچھ لوگ اس کو ضعیف قرار دے کر اس سے استدلال نہ کرتے ہوں اور کچھ لوگ اس کو قابل استدلال سمجھ رہے ہوں۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کیونکہ کچھ محدثین کچھ راویوں کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں جبکہ دوسرے محدثین انہی راویوں کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے یا کچھ محدثین کچھ راویوں کو مجہول (غیر معروف) سمجھتے ہیں جبکہ دوسرے محدثین انہی راویوں کو معروف سمجھتے ہیں۔ ایسی احادیث موجود ہیں جو راویوں کی ایک سند (لڑی / زنجیر) سے صحیح ہیں جبکہ راویوں کی دوسری مختلف سند (لڑی / زنجیر) میں صحیح نہیں ہیں۔۔۔جو محدث روایت کی سند میں کسی مجہول راوی کو موجود پاتا ہے تو وہ اس حدیث کو ضعیف سمجھا جاتا ہے اور اس سے استدلال لینے کو درست نہیں سمجھتا۔۔ لیکن دوسری جانب اگر ایک محدث اس مجہول راوی کو شناخت کرلیتا ہے اور وہ قابل اعتماد بھی ثابت ہو جائے تو پھر اس حدیث کو استدلال کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے اور وہ محدث اس کو حسن قرار دے کر اس سے استدلال کرے گا۔۔۔اسی طرح جو محدث سند میں سے ایک راوی کے بارے میں یہ سمجھتا ہے کہ اس نے جس سے روایت کی ہے اُس سے اِس راوی کا حدیث سُننا ممکن ہی نہیں، تو وہ حدیث کو ضعیف سمجھے گا کیونکہ اس کے نزدیک اس میں انقطاع (سند میں تسلسل نہیں) ہے، لیکن اگر دوسرے محدث کے نزدیک سماع (سننا) اصول کے مطابق ثابت ہو، یعنی اسی راوی کے لیے اپنے سے پہلے رواوی سے یہ حدیث سننا ممکن تھا تو اس کے نزدیک حدیث میں انقطاع نہیں اور تمام راویوں نے ایک دوسرے سے یہ حدیث سنی ہے لہٰذا یہ حدیث حسن ہو گی اور وہ اس سے استدلال کرے گا۔۔۔

میں علمائے حدیث کے اختلاف اور اتفاق کی کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے:

مثال کے طور پر: ابوداؤد، احمد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

»سأل رجل رسول الله فقال يا رسول الله. إنا نركب البحر ونحمل معنا القليل من الماء فإن توضأنا به عطشنا أفنتوضأ بماء البحر؟ فقال: هو الطهور ماؤه الحل ميتته« "ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور پینے کے لیے تھوڑا سا پانی ساتھ رکھتے ہیں اگر اس پانی سے وضو کریں تو پیاسے ہو جائیں گے، تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرسکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردہ حلال ہے"۔ اس حدیث کو ترمذی نے بخاری سے لیا ہے اور صحیح کہا ہے اور ابن عبد البر نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے جس کو علماء نے قبول کیا ہے، ابن المنذر نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، ابن الاسیر نے المسند کے شرح میں کہا ہے کہ: یہ حدیث صحیح مشہور ہے علماء نے اپنی کتابوں میں اس کی تخریج کی ہے، اس سے استدلال کیا ہے اور اس کے راوی قابل اعتماد ہیں۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ اس

حدیث کی سند میں وہ راوی ہے جس کو میں نہیں جانتا۔

ابن دقیق العید نے تعلیل (جس سے استدلال نہیں کیا جاتا) کی ان وجوہات کا ذکر کیا ہے جن کے ذریعے اس حدیث کی تعلیل کی جاتی ہے، جس میں سے سعید بن سلمۃ اور المغیرہ ابن ابی بردۃ کا مجھول (غیر معروف) ہونا ہے جن کا ذکر اس کی سند میں ہے۔ دوسری طرف بعض محدثین نے ان دونوں راویوں کو معروف قرار دیا چنانچہ ابوداؤد نے کہا ہے کہ: المغیرۃ معروف ہے نسائی نے اس کو قابل بھروسہ قرار دیا ہے۔ الحافظ نے کہا ہے کہ: جو یہ کہے کہ یہ روای غیر معروف مجھول ہے وہ غلط ہے۔ جبکہ سعید بن سلمۃ نے الجلاح بن کثیر سے اپنی روایت میں صفوان بن سلیم کی پیروی کی ہے۔۔۔

ایک اور مثال: احمد نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: **سمعت النبي ﷺ يسأل عن اشتراء التمر بالرطب فقال لمن حوله أينقص الرطب إذا يبس؟ قالوا نعم، فنهى عن ذلك** "میں نے رسول اللہ ﷺ کو تازہ کھجور کے بدلے خشک کھجور خریدنے کے حوالے سے پوچھے گئے سوال کے جواب میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کیا کھجور خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے؟ لوگوں نے کہا :جی ہاں، تو آپ ﷺ نے منع فرمایا"۔ اس حدیث کو ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے، ایک گروہ نے اس کو کمزور قرار دیا ہے جن میں طحاوی، طبری، ابن حزم اور عبد الحق ہیں، کیونکہ اس کے اسناد میں زید ابا عیاش ہیں جو کہ مجھول ہیں۔ جبکہ التلخیص میں لکھا ہے کہ جواب یہ ہے کہ دار قطنی نے کہا ہے کہ یہ قابل اعتماد ہے یعنی (ابا عیاش) اور منذری نے کہا ہے کہ: ان سے دو ثقہ راویوں نے روایت کی ہے اور اس پر شدید تنقید کے باوجود مالک نے اس پر اعتماد کیا ہے۔۔۔

ان جیسی احادیث کو جن کے ضعیف ہونے میں اختلاف ہے تو یہ دیکھیں گے آیا انہیں مجتہدین نے استعمال کیا ہے یا تقویت کے شواہد اور پیروی ان کو مضبوطی فراہم کرتے ہیں جس کے بعد ان کو قابل استدلال سمجھا جائے گا۔ یہ یاد رہے کہ ہر وہ حدیث ضعیف نہیں ہوتی جس کی تقویت کے لیے اس کے شواہد اور پیروی کو دیکھا جائے یا مجتہدین کی جانب سے اس کے استعمال کو دیکھا جائے، ایسا ضعف بھی ہے جو کسی چیز سے بھی قوی نہیں ہوتا، یہ اس لیے کہ ضعیف حدیث کی دو قسمیں ہیں:

-وہ قسم جس پر عمل نہیں کیا جاتا اور وہ کسی شواہد یا پیروی سے قوی نہیں ہوتی۔

-وہ قسم جو شواہد اور پیروی کی وجہ سے اور مجتہدین اور فقہاء کی جانب سے اس پر عمل کرنے کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے۔

ہماری کتاب، الشخصیۃ جزو اول، میں یہ کہا گیا ہے:"یہ کہنا غلط ہے کہ جب ضعیف حدیث متعدد ضعیف ذرائع سے آئے تو وہ حسن یا صحیح کے درجے کو پہنچ جائے گی۔ حدیث کا ضعیف ہونا اس کے راوی کے فسق کی وجہ سے ہوتا ہے یا فعلاً اس پر جھوٹا ہونے کے الزام لگنے کی وجہ سے، اور اگر یہی حدیث دوسرے طریقے سے بھی اسی طرح آئے تو اس کے ضعف میں اضافہ ہو جاتا ہے۔۔۔"، اس میں یہ بھی کہا گیا ہے:"حسن حدیث وہ ہے جس کی تخریج کرنے والے معروف ہوں اور اس کے راوی مشہور ہوں، اور وہ اکثر حدیثوں سے متصادم نہ ہو، اسی حدیث کو اکثر علماء قبول کرتے ہوں اور عام فقہاء استعمال کرتے ہوں، یعنی جس کی اسناد میں کوئی ایسا راوی نہ ہو جس پر جھوٹا ہونے کا الزام ہو، نہ ہی یہ نایاب حدیث ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ حدیث جس کے اسناد کے رجال (راوی) میں سے کوئی چھپا ہوا (غیر معروف) ہو اور اس کی اہلیت ثابت نہ ہو، مگر وہ احمق اور بہت زیادہ غلطی کرنے والا نہ ہو، نہ ہی اس پر جھوٹ کا الزام ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اسی حدیث کا متن کسی اور ذریعے سے بھی روایت کیا گیا ہو تو وہ شاذ اور منکر نہیں رہے گی۔۔۔" ختم شد۔ اس قسم کی حدیث اصل میں ضعیف ہے لیکن اگر اس کے شواہد اور پیروی ہو تو اس کا شمار حسن میں ہوتا ہے۔ حدیث کے علماء یہی کہتے ہیں چنانچہ کتاب ابنِ صلاح کے مقدمے میں ہے جو کہ حدیث کے مشہور علماء میں سے ہیں:

"حدیث میں موجود ہر ضعف ختم نہیں ہو جاتا اگر وہ مختلف اسناد سے بیان کی گئی ہو بلکہ اس میں فرق ہوتا ہے: ایسا ضعف جو اس سے زائل نہیں ہوتا، جیسے وہ ضعف جو راوی پر جھوٹے ہونے کے الزام سے پیدا ہوا ہو یا وہ حدیث شاذ (نادر) ہو۔۔۔ ایسا ضعف بھی ہے جو زائل ہو جاتا ہے جیسے راوی کے حافظہ سے پیدا ہونے والا ضعف جبکہ وہ سچا اور دیانت دار ہو۔ ایسی حدیث اگر کسی اور ذرائع سے روایت کی گئی ہو تو ہم سمجھیں گے کہ اس نے یہ حفظ کر لیا تھا اور حفظ کرنے اور یاد رکھنے میں کوتاہی نہیں کی تھی۔

یوں مجھ پر یہ واضح ہے کہ حسن حدیث کی دو قسمیں ہیں:

اول: ایک وہ حدیث جس کے اسناد کے رجال (راوی) میں کوئی ایسا ہو جو چھپا ہوا ہو جس کی اہلیت ثابت نہ ہو، تاہم وہ احمق اور روایت کرنے میں بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا نہ ہو، اور حدیث کے بارے میں اس پر جھوٹ کا الزام نہ ہو، یعنی اس سے حدیث میں جان بوجھ کر جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو اور اس کو فاسق بنانے والا کوئی اور سبب نہ ہو، حدیث کا متن ایسا ہو کہ اس سے ملتا جلتا دوسرے ذرائع سے بھی روایت کیا گیا ہو

یہاں تک کہ پیروی کرنے والوں نے اس جیسی ہی روایت کی پیروی کی ہو یا اس کے شواہد ہوں جیسا کہ اس جیسی دوسری حدیث بھی روایت کی گئی ہو تب وہ شاذ یا منکر نہیں رہے گی۔۔۔"ختم شد۔ یہاں آپ نے دیکھا کہ وہ حدیث اپنے اصل میں تو ضعیف ہے مگر اس وقت حسن میں شمار کی جاتی ہے جب اسی طرح روایت دوسرے ذریعے سے ہو یا اس کی پیروی کی گئی ہو یا پھر اس کے شواہد ہوں۔۔۔الخ۔

اسی طرح اگر کسی حدیث کے بارے میں یہ کہا جائے کہ حدیث کے بعض علماء کے نزدیک ضعیف ہے تو یہ کافی نہیں کہ اس کو ایک طرف ڈال دیا جائے اور اس سے استدلال نہ کیا جائے بلکہ اس کے ضعف کے اسباب کے بارے میں بحث کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا مجتہدین نے اس کو استعمال کیا ہے یعنی قابلِ اعتبار مجتہدین اور فقہاء نے یا کیا اس کے ایسے شواہد اور پیروی ہے یا نہیں، کیا حدیث کے تمام علماء نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے؟ یا اس کے ضعیف ہونے کے اسباب میں اختلاف کیا ہے۔۔۔اس سب کی چھان بین سے ہی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ اس حدیث سے استدلال کیا جائے یا استدلال نہ کیا جائے۔۔۔اس بنیاد پر ہم نے «أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ» "میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے کسی کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے" والی حدیث کو اخذ کیا ہے، جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ:

1۔اس حدیث کو ایک سے زیادہ اسناد سے روایت کیا گیا ہے جن میں سے جابر رضی اللہ عنہ کی روایت قوی تر ہے۔

ابو عمر یوسف النمری القرطبی متوفی 643 نے اپنی کتاب جامع البیان العلم وفضلہ میں کہا ہے کہ:

احمد ابن عمر نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: عبد بن احمد نے روایت کیا ہے کہ القاضی احمد بن کامل نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن روح نے بتایا کہ سلام بن سُلیم سے روایت ہے کہ الحارث بن غصین نے الاعمش سے انہوں نے ابی سفیان سے اور انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ» "میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے"۔۔۔ابو عمر نے کہا ہے کہ اس اسناد سے حجت قائم نہیں ہوتی کیونکہ الحارث بن غصین مجہول ہیں۔

مگر ابنِ حزم انہیں جانتے تھے اور کہا ہے کہ یہ ابو وھب الثقفی ہیں، اور بخاری بھی اسے جانتے تھے اور التاریخ الکبیر میں اس کا ذکر کیا ہے، حافظ ابن حجر العسقلانی نے بھی الامالی المطلقہ میں ان کی پیروی کی ہے، انہوں نے کہا کہ: ابنِ حبان نے ان کا شمار قابل بھروسہ میں سے کیا ہے اس لیے یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ مجہول (غیر معروف) ہیں۔۔۔

لہذا جس نے الحارث بن غصین کو مجہول کہا ہے جیسا کہ ابن عبد البر تو یہ ان کے نزدیک ضعیف ہے، جس نے الحارث بن غصین کو پہچانا ہے اور ان کو ثقات میں شمار کیا ہے جیسا کہ ابن حبان تو ان کے نزدیک یہ حدیث استدلال کے قابل ہے۔۔۔

حدیث کو ضعیف قرار دینے والوں اور اس کو حسن کہنے والوں کے درمیان دیگر اختلافات ہیں مگر جو ہم نے اوپر ذکر کیا اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔۔۔

اور اسی بنا پر کہتے ہیں کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر حدیث کے علماء کا اجماع نہیں ہے، لہٰذا اگر اس حدیث کو نامور مجتہدین اور فقہاء ذکر کریں تو یہ استدلال کے قابل ہے کیونکہ حدیث کے علماء اس کے ضعیف ہونے پر متحد نہیں، اور یہ حدیث مجتہدین اور فقہاء کے نزدیک قابل اعتبار ہے اس لیے اس پر اطمینان سے عمل کیا جاسکتا ہے۔

اب میں ان مجتہدین اور فقہاء کا ذکر کرتا ہوں جنہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

محمد بن احمد شمس الائمہ السرخسی المتوفی 483 نے اپنی کتاب "المبسوط" میں القضاء (عدلیہ) کے موضوع میں اس سے استدلال کیا ہے۔

ابو الحسن العباس شہاب الدین المتوفی 684، جو القرافی کے نام سے مشہور ہیں، نے اپنی کتاب "الذخیرۃ" میں مالک کے اصول کو بیان کرنے میں اس سے استدلال کیا ہے۔

ابو الحسن علی بن محمد المتوفی 450، جو الماوردی کے نام سے مشہور ہیں، نے اپنی کتاب "الحاوی الکبیر" میں صحابہ کی بحث میں اس سے استدلال کیا ہے۔

موفق الدین المتوفی 620، جو کہ ابن قدامۃ المقدسی کے نام سے مشہور ہیں، نے اپنی کتاب "المغنی" کے چھٹے باب: جَزَاءَ مَا كَانَ دَابَّةً مِنْ الصَّيْدِ نَظِيرُهُ مِنْ النَّعَمِ میں اس سے استدلال کیا ہے۔۔۔

چونکہ یہ حدیث مجتہدین اور فقہاء کے ہاں استعمال کی گئی ہے اس لیے یہ حسن ہے۔۔۔

بقیہ صفحہ 31 پر

سوال و جواب: اقتدار تک پہنچنے اور ریاست کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ سنت کی پیروی کرنا ہم پر فرض نہیں؟

سوال:

اسلام علیکم۔۔۔ہمارے شیخ۔۔۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ان لوگوں کے لیے مجھے ایک واضح جواب دیا جائے جو یہ کہتے ہیں کہ اقتدار تک پہنچنے اور ریاست کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا ہم پر فرض نہیں؟

احمد ابو عید

ختم شد

جواب:

وعلیکم اسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مختصراً اور واضح جواب درج ذیل ہے:

ان سے پوچھیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم پر اقتدار تک پہنچنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا فرض نہیں ہے:

ان سے پوچھیں کہ وہ کون سے دلائل دیکھتے ہیں جب وہ وضو کرنا چاہتے ہیں؟ کیا وہ وضو سے متعلق شرعی دلائل دیکھتے ہیں؟ یا پھر مثال کے طور پر وہ حج کے حوالے سے دلائل دیکھتے ہیں؟ وہ آپ کو جواب دیں گے کہ وہ وضو سے متعلق دلائل دیکھتے ہیں۔۔۔

پھر ان سے پوچھیں کہ جب وہ روزے کے احکام جاننا چاہتے ہیں تو کیا وہ روزے سے متعلق دلائل نہیں دیکھتے؟ یا وہ جہاد سے متعلق دلائل دیکھتے ہیں یہ جاننے کے لیے کہ روزہ کیسے رکھا جاتا ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ جب انہیں روزے کے متعلق جاننا ہو گا تو وہ اس سے متعلق دلائل دیکھیں گے۔

پھر ان سے پوچھیں کہ کیا یہ درست نہیں کہ وہ نماز کے دلائل دیکھتے ہیں جب انہیں اس کے احکام جاننا ہوتے ہیں؟ یا وہ زکوٰۃ کے دلائل دیکھتے ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ وہ نماز کے دلائل دیکھتے ہیں۔

تو یہ واضح ہو چکا کہ وہ کسی بھی مسئلہ پر احکام جاننے کے لیے شریعت سے رجوع کرتے ہیں۔

اب ان سے ریاست کے قیام کے متعلق پوچھیں، کیا وہ نہیں دیکھیں گے ان شرعی دلائل کو جو رسول اللہ ﷺ سے ہم تک پہنچے ہیں کہ ریاست کیسے قائم کی جائے؟ وہ نہیں دیکھیں گے، مثال کے طور پر، جہاد، نماز یا روزے کے دلائل۔۔۔بلکہ وہ ریاست کے قیام سے متعلق دلائل دیکھیں گے، اور رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی بار ریاست قائم کی جب انھوں نے تفاعل کے مرحلے میں نصرۃ طلب کی۔ لہٰذا ریاست کے قیام کا طریقہ طلبِ نصرۃ ہے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیا نصرۃ کا طلب کرنا فرض ہے، مندوب ہے یا مباح ہے؟

اگر نصرۃ طلب کرنا فرض ہے تو ہم پر اسی طریقے کے ذریعے ریاست کا قیام لازم ہے۔ اس مسئلے کی تحقیق کرنے سے ہم یہ جان پائے کہ:

نصرۃ طلب کرنا فرض ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نصرۃ طلب کرنے کہ وجہ سے پیش آنے والی شدید مشکلات و مصائب کے باوجود اس طریقہ کار کو تبدیل نہیں کیا۔ انہوں نے طائف سے نصرۃ طلب کی اور انہوں نے اس قدر بُرا جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے ان کے اپنے خون سے بھر گئے۔۔۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے طریقہ کار تبدیل نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ نے قبائل سے نصرۃ طلب کرنے کے سلسلے کو جاری رکھا۔ آپ ﷺ نے بنی شیبان، بنی عامر اور کئی قبائل سے نصرۃ طلب کی، مجموعی طور پر دس بار طلب کی اور ہر بار جواب نفی میں آیا۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے کوئی دوسرا طریقہ کار اختیار نہیں کیا جبکہ اس طریقہ کار میں شدید تکالیف کا سامنا تھا۔ فقہ کے اصول میں مشکلات و تکالیف کے باوجود ایک ہی چیز کو بار بار دہرانا، فرض کی نشاندہی کرتا ہے۔

لہٰذا نصرۃ طلب کرنا فرض ہے۔۔۔ اور ریاست کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ نے صرف یہی طریقہ کار اختیار کیا، اور آپ ﷺ نے اس سلسلے کو جاری رکھا یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں انصار سے نواز دیا جنہوں نے عقبہ پر دوسری بیعت دی، جس کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت کی جہاں آپ ﷺ نے ریاست قائم کی۔۔۔

بقیہ صفحہ 23 پر

سوال وجواب: امریکہ اور شمالی کوریا کے درمیان بڑھتی کشیدگی

سوال:

امریکہ اور شمالی کوریا کے درمیان کشیدگی کی صورتحال مسلسل بڑھتی جارہی ہے۔ امریکہ جنوبی کوریا میں بڑے پیمانے پر فوجی مشقیں کررہا ہے اور اس تناؤ کے نتیجے میں اس نے بڑی تعداد میں جنگی جہاز بھی بھیجے ہیں جن میں کئی طیارہ بردار جہاز بھی شامل ہیں جبکہ شمالی کوریا نے بھی نیوکلیائی جنگ کی دھمکی دے دی ہے۔ 15 اپریل 2017 کی بی بی سی کی رپورٹ: شمالی کوریا نے خطے میں کسی بھی جنگ بھڑکانے کے عمل کے خلاف امریکہ کو یہ کہتے ہوئے وارننگ دی ہے کہ "وہ کسی بھی متوقع حملے کا نیوکلیائی جواب دینے کے لئے تیار ہے"۔ اس تناؤ اور کشیدگی کی حقیقت کیا ہے؟ کیا دونوں کے درمیان کوئی نیوکلیائی جنگ چھڑ سکتی ہے اور چینی سرحد پر ہونے والے اس تناؤ پر چین کا کیا موقف ہے بالخصوص جبکہ شمالی کوریا چین کا اتحادی ملک ہے؟

جواب:

بالکل، امریکہ اور شمالی کوریا کے درمیان تناؤ امریکی صدر ٹرمپ کے برسراقتدار آنے کے بعد بڑے ڈرامائی انداز میں بڑھا ہے۔ شمالی کوریا کے میزائل تجربات کے معاملے کو موضوعِ نشانہ بنا کر امریکہ نے شمالی کوریا کو دھمکایا ہے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ٹرمپ کی امریکی انتظامیہ کے برسراقتدار آنے کے بعد سے ہی اس تناؤ میں مزید کشیدگی پیدا ہوئی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ اس وقت امریکہ کی اولین ترجیح شمالی کوریا کے "خطرے" کو ختم کرنا ہے جس کو وہ ایشیاء میں اپنے اور اپنے اتحادیوں کے مفاد کے لئے خطرہ سمجھتا ہے اور اس معاملے کو ان باتوں سے سمجھا جاسکتا ہے:

1- امریکی حکمت عملی میں شمالی کوریا کی اہمیت کسی دشمن فوجی طاقت کی نہیں ہے، وہ سوشلسٹ نظام رکھتا ہے اور امریکہ کے عالمی آڈر کا حصہ نہیں۔ یہ وجہ نہیں ہے کہ شمالی کوریا کا نہایت چھوٹے رقبہ اور طاقت کے لحاظ سے بونا ہونے کی وجہ سے اس کی حیثیت اس کو امریکی ترجیحات میں اوپر نہیں لاتی البتہ آج شمالی کوریا کی اہمیت اس کا اُس کل کا جزو ہونے کی وجہ سے

امریکہ کا شمالی کوریا کے ساتھ تناؤ، ان مختلف تنازعات میں سے ایک ہے جن کے ذریعے چین کے خلاف امریکہ نے تناؤ قائم کرنے کی کوشش کی ہے جیسے چین اور ہندوستان کے درمیان سرحدی تنازعہ، اور جزیروں سے متعلق جاپان اور چین کے درمیان تنازعہ۔

ہے جس کو چین کہتے ہیں۔

امریکہ دراصل چین کی مزید بڑھتی ہوئی ترقی سے فکر مند ہے اور چین کے پَر کترنے اور طاقت کو کم کرنے کی راہ تلاش کررہا ہے اور مختلف ممکن تدبیروں میں سے ایک تدبیر چین کی سرحدوں پر تنازعہ کا پیدا کرنا ہے جس میں شمالی کوریا کا بھی ایک تنازعہ ہے۔ اس کی تصدیق یوں ہوتی ہے کہ اوبامہ کی پچھلی امریکی انتظامیہ چین کے اطراف میں اتحاد بنانے کی خاطر نہایت سرگرم رہی ہے اور اس دوران امریکہ کی جانب سے ہندوستان، جاپان، ویتنام، فلپائن اور جنوبی کوریا کے ساتھ تعلقات بڑھائے گئے ہیں اور امریکہ چاہتا ہے کہ ان ممالک کے ساتھ اس کا اتحاد چین کے دائرے کو محدود کرنے میں کارآمد ہو بالخصوص چین کے جنوبی سمندر میں چین جو سرمایہ کاری کررہا ہے اس کی سرمایہ کاری میں روڑے اٹکانے اور دنیا کے ساتھ چین کے بین الاقوامی تجارتی راستوں اور چینلوں کو مستحکم ہونے سے روکنے کی خاطر یہ اتحاد کارآمد ثابت ہو۔

امریکہ کا شمالی کوریا کے ساتھ تناؤ، ان مختلف تنازعات میں سے ایک ہے جن کے ذریعے چین کے خلاف امریکہ نے تناؤ قائم کرنے کی کوشش کی ہے جیسے چین اور ہندوستان کے درمیان سرحدی تنازعہ، اور جزیروں سے متعلق جاپان اور چین کے درمیان تنازعہ، تو دوسری جانب فلپائن اور ملائشیاء کے ساتھ جزیروں کو لے کر چین کے تنازعات، اور چین کی وجہ سے ہی امریکہ نے جاپان کی فوج پر عائد کئی پابندیوں کو چین کا سامنا کرنے کی خاطر ہٹادیا ہے۔ اس طرح چین کو مسلسل تناؤ میں رکھنے کی کوشش جاری ہے اور آج امریکہ اس "کوریائی خطرے" کو سب سے اولین ترجیح پر رکھتا ہے تو یہ صرف اس کی چین کے خلاف حکمتِ عملی کا ایک حصہ ہے۔ شمالی کوریا پر امریکہ کا دباؤ کوئی نئی بات نہیں ہے چہ جائکہ آج اس تنازع نے بڑی کشیدگی اختیار کی ہوئی ہے۔ اس امریکی حکمت عملی کے تحت پہلے پہل مذاکرات کا طرزِ عمل اختیار کیا گیا تھا،

اس سے قبل امریکہ اور پیونگ یانگ کے درمیان 1994 میں مذاکرات قائم ہونے کی وجہ سے شمالی کوریا کا نیوکلئیر پروگرام منسوخ کردیا گیا تھااور پھر 2008 میں ہونے والے مذاکرات میں یونگ بیون نیوکلئیر ری ایکٹر کے بند کرنے سے متعلق سہ فریقی گفتگو ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں 2012 میں شمالی کوریا کا نیوکلئیر پروگرام بند کردیا گیا تھااور نیوکلیائی ہتھیاروں کی جانچ کرنے والے انسپکٹرز کوملک میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔ لیکن ہر دفعہ جب بھی امریکہ اپنے وعدہ کے برخلاف نیوکلئیر کے متبادل پانی کے ہلکے ریکٹر کی شمالی کوریاکو فراہم نہیں کرتا یا ایندھن مہیا نہیں کرتا یاامدادی پروگرام کے ذریعے اس کی تضحیک کرنے کی کوشش کرتا ہے تو شمالی کوریا اپنا نیوکلئیر پروگرام پھر سے شروع کردیتا ہے۔ شروع سے یہ امریکہ ہی تھاجو شمالی کوریاکو اس تناؤکی سمت بڑھارہا تھا اور پھر 2012 سے امریکہ نے اپنی بحریہ کی 60 فیصد طاقت کو امریکہ سے دوراس مشرقی علاقے میں بھیجنا شروع کیا اور امریکہ کاایسا کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ چھوٹے سے ملک شمالی کوریاسے نمٹنا چاہتاہے بلکہ وہ چین کی اُبھرتی ہوئی طاقت پر روک لگانا چاہتاہےاورموجودہ کشیدگی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

2۔امریکی سیکریٹری خارجہ ٹلرسن نے اعلان کیا کہ شمالی کوریا کے خلاف امریکہ کی طرف سے جاری صبر وتحمل کی حکمتِ عملی اب ختم ہوگئی ہے۔ ٹلرسن نے یہ بیان جنوبی کوریا کے سکریٹری "Yun byung-se" کے ساتھ سیول میں ہونے والی پریس کانفرنس کے دوران دیااور کہا: "میں یہاں صاف طور سے کہنا چاہتا ہوں کہ اب صبر کی پالیسی ختم ہوچکی ہے اور ہم نئے سیکوریٹی اور سفارتی ذرائع کا مطالعہ کررہے ہیں اور ہم نے تمام راستے واختیارات کھلے رکھے ہیں" (Reuters, March 17th, 2017)۔ اور یہ تازہ ترین موقف اس حقیقت کی وجہ سے مزید مستحکم ہوتا ہے کہ امریکہ اب ملک شام کے متعلق قدرے مطمئن ہے بالخصوص شامی انقلابیوں پر دباؤ بنا کران کو حلب سے دستبردار ہونے میں ترکی کے اہم کردار اداکرنے اور پھر انقلابیوں پر ترک دباؤ کے موثر ثابت ہونے کے بعد شام کاانقلاب امریکہ کوخطرے سے باہر محسوس ہورہاہے چنانچہ اب وہ اپنی توجہ ہٹاکر شمالی کوریا کی جانب کرسکتاہے۔ چنانچہ شامی مسئلہ کے بعد آج ٹرمپ کی میز پر سب سے اہم مسئلہ شمالی کوریا کا مسئلہ ہے جو اوبامہ انتظامیہ کی ترجیحات میں سے تھا۔ امریکہ نے اب تک چین کی سرحدوں کو متعین کرنے کے متعلق کچھ فیصلہ نہیں کیاہے کیونکہ اب تک امریکہ مختلف حکمت عملی تلاش کررہاتھااور چین کے سرحدی ممالک سے اتحاد قائم کرنے کی کوشش کررہاتھا چنانچہ شام کی مصروفیت سے آزاد ہوکراب واشنگٹن میں شمالی کوریاکے مسئلہ پر آوازیں ابھرنے لگی ہیں اور امریکہ کا شمالی کوریاکے ساتھ صبر کی حکمت عملی کے اختتام کا اعلان کرناامریکہ کی جانب سے کسی ممکنہ فوجی اقدام کا اشارہ ہے اوریہ ان تمام باتوں کی بناء پر ہے جو امریکہ نے شمالی کوریاکے فوجی تجربات کے ردعمل میں مزید کشیدگی بڑھانے والے اقدامات کیے اور بیانات دیئے ہیں جواس طرح سامنے آئے ہیں:

ا۔ امریکی سیکریٹری خارجہ ٹلرسن نے شمالی کوریا کو نیوکلئیر حملے کی دھمکی دی: امریکی سیکریٹری خارجہ ٹلرسن نے شمالی کوریاکے میزائل تجربات کے ردعمل میں سخت ترین الفاظ میں جنوبی کوریااور جاپان کے دفاع میں شمالی کوریا کو ایٹمی مزاحمت nuclear deterrence کی دھمکی دی اور ٹلرسن نے جنوبی کوریا اور جاپان کے ہم مناصب کے ساتھ ایک مشترکہ بیان دیاجس میں اس نے زور دیا کہ امریکہ ٹوکیو اور سیول کے دفاع کے لئے پوری طرح تیار ہے خواہ اس کے لئے نیوکلئیر دفاع وحملے کے ذرائع ہی کیوں نہ اختیار کرنے پڑجائیں۔ (Russian Sputnik agency, 17/2/2017)

ب۔ جنوبی کوریااور جاپان کونیوکلیائی ہتھیار مہیا کرنے کی امریکی دھمکی: امریکہ کے سیکریٹری خارجہ ریکس ٹلرسن نے آج دیئے گئے بیان میں اعلان کیا کہ وہ ایسے کسی حل کو خارج ازامکان قرار نہیں دیتا جس کے تحت جاپان اور جنوبی کوریا کے پاس نیوکلیائی ہتھیار موجود ہوں البتہ اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی کہ اس سے مراد امریکہ کی جانب سے جاپان اور جنوبی کوریا میں اپنے نیوکلیائی ہتھیاروں کو نصب کرناہے یاپھر یہ ہتھیار جاپان اور جنوبی کوریا کو دیے جائیں گے---- (Russian Sputnik agency, 18/3/2017)

ج۔ دھمکی بھرے لفظوں میں ٹرمپ نے شمالی کوریا کوان امریکی ہتھیاروں کی طرف متوجہ کیا جس سے امریکہ اس کونشانہ بناسکتاہے: امریکی صدر نے مزید کہا کہ اس نے چینی صدر زائی جن پنگ سے کل فون پر ایک گھنٹہ بات کی اور کہاہے کہ شمالی کوریاکے صدر کم جونگ اُن(Kim Jong-un)کی سماعت میں یہ بات آجائے کہ "امریکہ کے پاس نہ صرف طیارہ بردار جہاز ہیں بلکہ نیوکلئیر سب میرین بھی ہے"،اور سختی کے ساتھ کہاکہ "شمالی کوریاکو اپنے پاس نیوکلئیر ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، فی الوقت اس کے پاس نیوکلیائی ہتھیارلانچ کرنے کے ذرائع نہیں ہیں لیکن وہ حاصل کرلے گا" (Russia Today, 13/4/2017 نے امریکی اخبار وال اسٹریٹ کے حوالے سے بتایا)۔

د۔ شمالی کوریا کی جانب سے نئی میزائل تجربے کے اعلان اور اس اندیشے کے باعث کہ وہ چھٹے ایٹمی تجربے کی تیاری کر رہا ہے، امریکہ نے شمالی کوریا کے قریبی علاقہ میں ایک بھاری بھر کم فوج بھیجی ہے جس میں امریکی طیارے Destroyers اور طیارہ بردار جہاز شامل ہیں۔" امریکی بحر اوقیانوس کی کمان US Pacific Command کے ترجمان نے تصدیق کی کہ امریکی طیارہ بردار جہاز (Carl Vinson) اور اس کے ہوائی جہاز سمیت اور اس کے ہمراہ میزائل اور راکٹ لانچ کرنے والے دو Destroyer کوریائی خطے کی سمت میں آگے بڑھے ہیں جن کو آسٹریلیا میں ٹھہرنا تھا اور ان کو احتیاطاً وہاں تعینات کیا گیا ہے"۔ ترجمان نے مزید بتایا کہ خطے میں خطرے کی اولین وجہ شمالی کوریا ہے کیونکہ وہ اپنے میزائل پروگرام کو جاری رکھے ہوئے ہے۔۔۔" (France 24, 9/4/2017)

امریکی نائب صدر مایک پینس نے 22 اپریل 2017 بروز ہفتہ اس بات کی تصدیق کی اور سڈنی میں اخباری نمائندوں کو بتایا کہ "طیارہ بردار جہاز" دو Destroyer اور ایک راکٹ لانچر کے ساتھ چند دنوں کے اندر اِس مہینے کے ختم ہونے سے قبل جاپان پہنچ جائے گا اور مزید کہا کہ "شمالی کوریا کے اقتدار کو کسی قسم کی غلطی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس خطے میں امریکہ کے مفاد کی نگرانی اور حفاظت کے لئے اور اس کے اتحادیوں کی حفاظت کے لئے امریکہ کے پاس وسائل، افواج، اور خطے میں خاصی تعداد میں موجودگی ہے" اور پینس نے یہ دعوی کیا کہ شمالی کوریا کی جانب سے کسی بھی حملے کا زبردست اور بھاری جواب دیا جائے گا اور پینس نے زور دیا کہ "شمالی کوریا ایشیاء پیسیفک خطے کے امن اور تحفظ کے لئے نہایت خطرناک ہے" (AFP 22 /4/2017)

ذ۔ جنوبی کوریا میں بڑے پیمانے پر کی جارہی امریکی فوجی مشقیں: "امریکی فوجوں اور کوریائی فوجوں نے بدھ کے روز سے بڑے پیمانے پر جنگی مشقیں شروع کی ہیں جو شمالی کوریا کی جانب سے ممکنہ حملے کا سامنا کرنے کے پیش نظر دفاعی مستعدی کو جانچنے کے لئے ہر سال کروائی جاتی ہیں۔

یہ مشقیں اس وقت کشیدہ تناؤ کے ماحول میں ہو رہی ہیں جب کہ شمالی کوریا نے 12 فروری کو بیلسٹک میزائل تجربہ کرنے کی کوشش کی تھی" (Reuters, 1/3/2017) یہ بھی قابل ذکر ہے کہ امریکی فوج

> ٹرمپ کی دھمکی یوں آئی گویا کہ یہ جنگ کی شروعات ہے البتہ ملنے والے اشاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ اس وقت جنگ نہیں کرنا چاہتا ہے

کا ایک بڑا فوجی اڈہ جنوبی کوریا میں واقع ہے جس میں 28500 امریکی فوجی مقیم ہیں جو چین کے ساحل پر واقع ممالک میں اور بحر الکاہل کے جزیروں پر موجود فوجی قوت کے نظام کا ایک حصہ ہے جس کی نفری ڈھائی لاکھ سے زائد ہے اور مزید اس میں ابھی بحریہ کے فوجیوں کی تعداد شامل نہیں کی گئی ہے جو امریکی بحریہ کے جہازوں پر سمندر میں مقیم ہیں۔

3۔ ٹرمپ کی دھمکی یوں آئی گویا کہ یہ جنگ کی شروعات ہے البتہ ملنے والے اشاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ اس وقت جنگ نہیں کرنا چاہتا ہے جن میں سے کچھ اشارے اس طرح ہیں:

ا۔ امریکہ نے دھمکی دی اور پھر اپنی فوجی مستعدی دکھائی کہ شمالی کوریا کے نئے تجربہ کے رد عمل میں سخت ترین کاروائی کے لئے وہ تیار ہے چنانچہ رد عمل میں شمالی کوریا نے 15/4/2017 کو ایک بڑی فوجی پریڈ کے ذریعے اس کا جواب دیا۔ یہ پریڈ کوریائی پیونگ یانگ ٹیلی وژن کے ذریعے نشر کی گئی اور اس کے تحت شمالی کوریا کی سب میرین سے بیلسٹک میزائل داغنے کی قابلیت کا مظاہرہ کیا گیا اور ممکنہ طور پر کوریا کی چند براعظمی میزائل ایسے ہیں جو امریکی سرزمین تک مار کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور پھر اس کے ذریعے سے ظاہر ہوا کہ شمالی کوریا کی طاقت کی حقیقت امریکہ کے لئے مخمصہ بنی ہوئی ہے۔ امریکہ ایسی جنگ کی منصوبہ بندی کرنا چاہتا ہے جس کے دوران اس کو کسی عظیم نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑے یا پھر شمالی کوریا امریکہ پر میزائل نہ داغ سکے اور جب شمالی کوریا نے اپنی طاقت کی حقیقت کھول دی تو امریکی دھمکی کو مشکل ترین آزمائش کا سامنا کرنا پڑا جبکہ پیونگ یانگ صرف فوجی طاقت کے اظہار تک ہی نہیں رُکا جیسا کہ اس نے بالخصوص سب میرین کے میزائل بردار ہونے اور میزائل داغنے کی صلاحیت رکھنے کا مظاہرہ کیا اور ٹیلی وژن پر اسے نشر کیا بلکہ اس نے 16/4/2017 کو ایک میزائل تجربہ بھی کر ڈالا گویا کہ وہ براعظمی درجہ کا میزائل ہو البتہ یہ تجربہ ناکام ہوا لیکن اس وقوعہ نے شمالی کوریا کو امریکہ کو آنکھیں دکھانے میں مزید حوصلہ مند کر دیا، اور یہ بتاتا ہے کہ امریکہ کی دھمکیاں حقیقی نہیں تھیں اور اس وقت امریکہ اپنی اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر ہے یعنی کہ امریکہ ابھی جنگ کے لئے تیار نہیں ہے۔

ب۔ میزائل دفاعی نظام (THAAD) ابھی تک جنوبی کوریا میں نصب نہیں کیا گیا ہے البتہ اس کی تیاری

جاری ہے حالانکہ اس کا معاہدہ ہوئے ایک سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔"مشرقی ایشیاء اور پیسیفک امور کے لئے مقرر امریکی سیکریٹری آف اسٹیٹ سوسن تھورنٹن نے تصدیق کی ہے کہ میزائل دفاعی نظام (THAAD) ابھی تک جنوبی کوریا میں منصوبے کے مطابق عملی طور پر نصب نہیں کیا جاسکا ہے۔واضح رہے کہ امریکی میزائل شیلڈ کا یہ نظام اس سال جون اور جولائی کے درمیان نصب کیا جانے والا تھا البتہ شمالی کوریا کے میزائل تجربات کے تناظر میں امریکہ اور جنوبی کوریا نے باہمی طور پر فیصلہ کرکے آپریشن میں تیزی لانے کا فیصلہ لیا ہے۔ واشنگٹن اور سیول کے درمیان (THAAD) میزائل سسٹم کو نصب کرنے کے لئے جولائی 2016 میں معاہدہ ہوا تھا۔ (THAAD) میزائل سسٹم کو کوریائی خطے کے اوپر نصب کرنے کے منصوبے کو چین اور روس فکرمندی کے ساتھ دیکھتے ہیں جبکہ جاپان سمجھتا ہے کہ اس سے خطے کے تحفظ میں اضافہ ہوگا۔ (Russian Sputnik agency, 17/4/2017).

ج۔ ایسا ہونا تقریباً ناممکن ہے کہ امریکہ شمالی کوریا کے ساتھ جنگ میں داخل ہوگا ازکم چینی صدر کے ساتھ طے کئے 100 دن کی ڈیڈ لائن کے معاہدہ کے بعد کچھ ہوسکتا ہے، جس کا مقصد ایک اہم تجارتی سودے بازی کو انجام دینا تھا جس کے تحت دونوں ممالک کے درمیان تمام تجارتی تعلقات پر نظر ثانی کی جائے گی اور ٹرمپ چینی اشیاء کی درآمدات پر 45 فی صد ٹیکس لگانے کے اپنے انتخابی وعدہ کے برخلاف تجارت میں چین کے ساتھ کچھ نرمی دکھانا چاہتا ہے۔ چین کو پھسلانے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ چین شمالی کوریا پر دباؤڈالے اور نتیجہ میں چین کو جواز مہیا ہوسکے کہ وہ شمالی کوریا کو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا سامنا کرنے کے لئے تنہا اس کے اپنے حال پر چھوڑ دے اور اس سے امریکہ کو دو مقاصد حاصل کرنے میں مدد مل جائے گی۔

اولاً: اگر یہ امریکی منصوبہ کامیاب ہوجاتا ہے تو اس سے چین کی جانب سے اپنے ہی اتحادیوں کو ترک کردینے کی بات کو تقویت ملے گی اور نتیجتاً اس کی بین الاقوامی ساکھ متاثر ہوگی۔ چین کو متاثر کرنے کے لئے امریکی صدر ٹرمپ نے شام میں میزائل داغنے کی منظوری کے لئے 7 اپریل 2017 کو اس وقت حکم دیا تھا جس وقت چینی صدر ژائی جن پنگ اور ٹرمپ امریکہ میں فلوریڈا میں رات کے کھانے کی محفل میں شریک تھے اور چند کے نزدیک اس کو چین کی بے عزتی شمار کیا گیا۔ العربیہ نیٹ نے فاکس نیوز کے حوالے سے رپورٹ کیا کہ ***JackKeane*** نامی ایک ریٹائرڈ جنرل اور امریکی فوج کے گذشتہ نائب چیف آف آرمی اسٹاف نے ٹرمپ کے برتاؤ کے بارے میں کہا کہ "ٹرمپ وہی کررہا ہے جو وہ کہتا ہے اور وہ اس کے ذریعے چین کو ایک سخت پیغام بھیج رہا ہے یعنی شمالی کوریا کے خلاف جنگ چھیڑنے کے متعلق اس کا ارادہ ظاہر کررہا ہے اور یہ کہ چین شمالی کوریا پر دباؤڈالے اور اس کا ساتھ چھوڑدے اور اگر چین نے ایسا کیا تو تجارتی معاہدے میں اس کے ساتھ نرمی برتی جائے گی۔

ثانیاً: امریکہ شمالی کوریا کے متعلق چین کے خلاف چال کو سب کے سامنے لانا چاہتا ہے اور اس کو ظاہر کرنے کے لئے شمالی کوریا کی خطرناک صورت حال پر امریکی اور چینی موقف کے "اتفاق رائے" کو میڈیا میں امریکی بیانات کی بھرمار کے ذریعے دکھانا چاہتا ہے اور پھر اس کے ذریعے سے جلد ہی روس کو امریکہ کے ساتھ اس موقف پر آنے میں آسانی ہوگی اور پھر امریکہ شمالی کوریا کے متعلق اس چال کو چین اور روس کے درمیان رسہ کشی کا میدان بناپائے گا۔ چنانچہ امریکہ کی جانب سے ان بیانات کی بھرمار ہوئی، مائک پینس جو امریکہ کا نائب صدر ہے اس نے آسٹریلیاء کے ہم منصب Malcolm Turnbull کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس میں بیان دیا کہ "ہم چین کے اب تک کے اقدام سے نہایت خوش ہیں" اور گذشتہ ہفتہ ٹرمپ نے شمالی کوریا کے خطرے کو دور کرنے میں چین کے اقدامات کی تعریف کی جب شمالی کوریا کے میڈیا نے امریکہ کو بڑے پیمانے پر پیشگی حفظ ما تقدم کے طور پر حملے کی دھمکیاں دیں تھیں۔" (Al-Hayat Newspaper, Sydney 22/4/2017)

د۔ امریکہ شمالی کوریا کا سامنا غالب قوت رہ کر کرنا چاہتا ہے تاکہ شمالی کوریا کے حوصلے کو پست کیا جاسکے اور یہ شمالی کوریا کے خلاف روس کو فوجی طور پر امریکہ کے ساتھ لے آنے سے ہوجائے گا بلکہ شائد شام کی طرح روس کو یہاں بھی ہراول دستہ بنا کر استعمال کیا جائے اور اس کی وجہ سے شمالی کوریا کے جنگی اندازے اور تخمینے مخمصہ کا شکار ہوجائیں گے کیونکہ شمالی کوریا یہ سمجھتا ہے کہ روس امریکہ سے دشمنی رکھتا ہے۔ اور یہ کوئی نیا نہیں دراصل روس پر پابندیوں سے متعلق "پرانا کسنجر پلان" ہے جس کو نئے طور پر اوبامہ انتظامیہ کے وقت عمل میں لایا گیا تھا اور پھر ٹرمپ انتظامیہ کی جانب سے پابندیوں میں نرمی کی لالچ میں امریکہ نے تھوڑا توقف کیا اور امریکی سیکریٹری ٹلرسن کی ماسکو میں 11/4/2017 کو ہونے والی میٹنگ میں سب سے اہم معاملہ شمالی کوریا کے خلاف اتحاد کا تھا جس کی تصدیق روسی ذرائع نے بدھ کے روز 16/4/2017 روسی نیوز پیپر Kommersant کے حوالے سے اس طرح کی تھی "امریکہ کے لئے ماسکو میں ہونے والی گفتگو کوریا کے مسئلہ کو لے کر کامیاب رہی اور یہ ٹلرسن کے ماسکو دورے کی سب

سے اہم ترجیح تھی" اب اگر امریکہ۔شمالی کوریا جنگ، امریکہ۔روس معاہدہ سے قبل شروع ہو جاتی ہے تو امریکہ کو زبردست نقصان اٹھانا پڑے گا۔امریکہ چاہتا ہے کہ خطرے کے بڑھنے سے چین بھی متاثر ہو اور اس کو تنازع میں گھسیٹنا چاہتا ہے تاکہ نیوکلیائی جنگ چھڑنے کے خطرہ کی صورت میں وہ آکر مداخلت کرے۔

4۔ان تمام باتوں کی وجہ سے ظاہر ہے کہ امریکہ شمالی کوریا سے جنگ کے لئے ابھی تیار نہیں ہے اور دوسرے بہتر متبادل بھی نہیں ہیں۔ایسے میں وہ شمالی کوریا پر دباؤ بنانے کے لئے چین کا انتظار کررہا ہے اور اس کو جلد از جلد تیز کروانا چاہتا ہے اور ایسے بیانات جیسے "امریکہ اس مسئلہ کو تنہا حل کرنے کے لئے تیار ہے" میں بہتات آئی ہوئی ہے گویا کہ امریکہ چین کو دھمکا رہا ہے تاکہ وہ اس کی اطاعت کرے اور نیوکلیائی ہتھیاروں سے دستبردار ہونے کے لئے پیونگ یانگ پر دباؤ بنانا شروع کرے۔ وہیں امریکہ دوسری طرف روس کے ساتھ اپنے معاہدے کے طے پانے کا انتظار کررہا ہے تاکہ روس کو کوریائی مسئلہ کو بھی حل کرنے میں شامل کرے۔چنانچہ جنگ کے لئے ان غیر موافق حالات میں امریکہ اپنی دھمکی سے دستبردار ہو چکا ہے حالانکہ شمالی کوریا ابھی میزائل اور نیوکلیائی تجربات سے دستبردار نہیں ہوا ہے اور نیوکلیائی جنگ سے بےخوفی دکھا کر اس کی جانب سے امریکی زمین پر ایک پوری جنگ چھیڑنے کا خطرہ بنا ہوا ہے۔امریکی بیانات کی سختی میں کمی اس کے حالیہ بیانات سے اس طرح واضح ہے:

ایسوسی ایٹیڈ پریس (اے پی) نے امریکی فوج کے ایک فرد کے حوالے سے بتایا جس نے شناخت مخفی رکھنے کی درخواست کی تھی کہ واشنگٹن ابھی شمالی کوریا پر حملے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا ہے خواہ شمالی کوریا میزائل اور نیوکلیائی تجربات جاری رکھے۔

اور مزید بتایا کہ واشنگٹن کا منصوبہ تب ہی بدل سکتا ہے جب شمالی کوریا کی جانب سے جنوبی کوریا، جاپان یا امریکہ پر کوئی حملہ ہو اور امریکی قیادت فی الوقت متفق ہے کہ انتظار کیا جائے اور جنگ کو بڑھاوا نہ دیا جائے (Russia Today, 15/4/2017)-امریکہ اس وقت معاملات کو ٹھنڈا کررہا ہے۔

امریکہ چین کو دھمکا رہا ہے کہ وہ اسکی اطاعت کرے اور ایٹمی ہتھیاروں سے دستبردار ہونے کے لئے پیونگ یانگ پر دباؤ بڑھائے۔وہیں امریکہ روس کے ساتھ اپنے معاہدے کا انتظار کررہا ہے تاکہ روس کو کوریائی مسئلہ کے حل میں شامل کرے

"مشرقی ایشیاء اور پیسیفک معاملات پر مامور نائب سیکریٹری سوسن تھورنٹن نے بیان دیا کہ اس کا ملک شمالی کوریا کے ساتھ لڑائی نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی موجودہ اقتدار کو تبدیل کرنا چاہتا ہے اور اس کے ملک نے واضح طور پر کہا ہے کہ وہ شمالی کوریا کے ساتھ مسئلے کو کوریائی خطے پر نیوکلیائی ہتھیاروں کی تخفیف کے ذریعے پرامن طور پر حل کرنا چاہتا ہے۔بلاشبہ ہماری توجہ جنگ یا اقتدار کی تبدیلی پر نہیں بنی ہوئی ہے" (Russia Today, 17/4/2017)امریکی نائب صدر مائک پینس نے کہا کہ "واشنگٹن کی جانب سے بیجنگ کے ساتھ مذاکرات شروع کرنے کی بدولت کوریائی خطے سے اب بھی پُرامن طور پر نیوکلیائی ہتھیاروں سے چھٹکارا پانا ممکن ہے حالانکہ اس بات کا امکان ہے کہ شمالی کوریا کبھی بھی نیوکلیائی تجربے کو مکمل کرسکتا ہے" مزید پینس نے کہا کہ "ہم واقعی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اگر چین اور خطے کے دیگر اتحادی ممالک دباؤ بنائیں رکھیں تو یہ تاریخ ساز موقعہ بھی ہاتھ آسکتا ہے جس کے ذریعے کوریائی خطے کو پرامن طور پر نیوکلیئر ہتھیاروں سے دور کیا جاسکتا ہے" (Al-Hayat Newspaper, Sydney, 22/4/2017)

5۔یہ موجودہ صورت حال ہے اور کوریائی خطے میں کشیدگی، امریکہ کی اور وہ مختلف فریق جو اس مسئلے میں فعال تھے، کی جلد بازی اور منصوبے کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔یہی موجودہ صورتحال کی عام وضاحت ہے۔البتہ صورتحال تشویش کن ہے جو کبھی بھی بھڑک سکتی ہے اور بالخصوص امریکہ اور روس معاہدے کی شرائط طے ہونے اور اس کے طے پانے کے ساتھ جنگ چھڑنے کا خطرہ قائم رہے گا اور اگر معاہدہ طے ہو جائے تو تناؤ میں مزید کشیدگی آتی جائے گی اور اگر معاہدہ طے ہونے میں دیر ہو جاتی ہے یا پھر معاہدہ طے نہیں ہوتا ہے تو کوریائی خطے میں تناؤ کم تر درجے میں قائم رہے گا تاکہ پیونگ یانگ پر دباؤ بنائے رکھا جائے جس کے ذریعہ وہ نیوکلیائی ہتھیاروں کے حصول سے دستبردار ہونے کو تیار ہو جائے۔اور اگر امریکی انتظامیہ شمالی کوریا کے ساتھ لاابالی طور پر معاملہ طے کرنے کی کوشش کرے گی تو اس کے بھیانک نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

اس موجودہ امریکی انتظامیہ کے پاس نازک وخاص حکمت عملی کو نافذ کرنے کے لئے درکار حکمت و دانش موجود نہیں ہے: "سابق امریکی سیکریٹری دفاع لیون پنیٹا Leon Panetta نے اس بات سے خبردار کیا ہے کہ امریکہ شمالی کوریا پر حفظ ما تقدم کے تحت حملہ کردے اور کہا ہے کہ اس سمت میں کوئی بھی قدم نیوکلیائی جنگ شروع کرسکتا ہے جس کی وجہ سے ہمیں دسیوں لاکھوں لاشوں کو اٹھانا پڑسکتا ہے اور اسی لئے تمام سابق امریکی صدور اس سے قبل شمالی کوریا پر دباؤ بنانے اور حملہ کرنے سے باز رہے ہیں"، مزید کہا کہ "امریکی انتظامیہ کو الفاظ کا استعمال محتاط انداز میں کرنا چاہیے اور مڈبھیڑ سے گریز کرنا چاہیے اور چاہئے کہ وہ محتاط ہو اور جلد بازی میں فیصلہ نہ کرے" اور اس جانب اشارہ کیا کہ امن حاصل کرنے کی سمت میں چین کا انتظار کرے بالخصوص جب واشنگٹن نے اس کو مداخلت کرنے کا موقعہ دیا ہے تو وہ اپنا اثر ڈال سکتا ہے" (Russia Today, 15/4/2017)

6۔ جہاں تک چین کے موقف کی بات ہے تو اس کو اس بات کا اندازہ ہے کہ امریکہ کے ذریعے تناؤ پیدا کرکے اس کو بلواسطہ نشانہ بنایا جارہا ہے چہ جائیکہ اس سے جنگ نہیں کی جارہی ہے چنانچہ وہ اس کشیدگی کو دبانے کے لئے جو ممکن ہے وہ کررہا ہے۔ وہ اس تنازع کے پرامن تصفیے کی بابت بات کرتا ہے اور کوریائی خطے میں فوجیں تعینات کرنے کو کھلے طور پر مسترد کرتا ہے جس میں وہ امریکی میزائل شیلڈ سسٹم THAAD کی جنوبی کوریا میں تنصیب کے بھی واضح طور پر خلاف ہے۔ چین کے وزیرخارجہ نے بیجنگ کی جانب سے THAAD سسٹم کو نصب کرنے کی مخالفت کو صاف طور پر ظاہر کیا ہے اور ساتھ ہی شمالی کوریا اور اس کے پڑوسی ممالک سے مزید کشیدگی بھڑکانے کے عمل سے باز رہنے کا مطالبہ کیا ہے (Al-Jazeera Net 17/4/2017)۔ البتہ وہیں بدترین حالات کے لئے مضبوطی حاصل کرنے کی کوشش کررہا ہے اور خود کو جنگ کے لئے تیار کررہا ہے اور اس کو لے کر بے چین ہے۔ چینی وزیر خارجہ وانگ یی Wang Yi نے بیان میں کہا ہے کہ "اگر جنگ چھڑ جاتی ہے تو اس میں کسی کو بھی جیت حاصل نہیں ہوگی" (BBC 15/4/2017)

جہاں تک چینی افواج کی تیاری کا سوال ہے تو رشیا ٹوڈے 14/4/2017 کی رپورٹ کے مطابق امریکن ایجنسی یونائیٹیڈ پریس انٹرنیشنل نے انکشاف کیا ہے کہ چینی افواج کو پانچ فوج زدہ علاقوں میں اعلیٰ ترین مستعدی قائم رکھنے کا حکم چینی فوج کی اعلی قیادت کی جانب سے حاصل ہوا ہے اور ہانگ کانگ میں مقیم جمہوریت اور انسانی حقوق کی ایجنسی کے غیر حکومتی مرکز کے مطابق چین میں Chongqing, Sichuan، Yunnan مقام پر موجود گولہ بارود کی آرٹلری بٹالین کو حکم ملا ہے کہ وہ شمالی کوریا کی سرحد پر جاکر پڑاؤ ڈال دیں۔ اس مرکز کے مطابق مغربی چین میں موجود 47 آرمی کے 25000 فوجیوں کو حکم ملا ہے کہ وہ اپنی جنگی مشینوں کے ساتھ لمبا فاصلہ طے کرکے شمالی کوریا کے قریب فوجی اڈے میں منتقل ہو جائیں ۔ اسی طرح ایک جاپانی اخباری ایجنسی نے رپورٹ کیا ہے کہ "چین کا فوجیوں کو منتقل کرنے کی وجہ اس کی فکرمندی ہے کہ امریکہ کبھی بھی شمالی کوریا پر حفظ ما تقدم کے نام پر Preemptive Attack حملہ کرسکتا ہے جس طرح امریکہ نے اس سے قبل شام میں Al-Shayrat military پر میزائل کے ذریعہ حملہ کیا تھا"۔

تمام موجودہ حالات کا جائزہ اور تجزیہ کرنے پر ہم اس معاملے میں یہی سمجھتے ہیں اور مستقبل قریب اور بعید میں ایسا ہی دیکھتے ہیں۔ ہم ایسا اس لئے کہہ سکتے ہیں کیونکہ دنیا اس وقت ایسے لوگوں کے قابو میں ہے جو دراصل انسانی خول میں خونخوار درندے ہیں جنہیں انسانی خون اور قدروں کی کوئی اہمیت نہیں۔ اگر ان کے خونخوار مفادات کی خاطر وہ درکار ہو تو وہ ایسا کرنے کی خاطر دوڑ پڑیں اور خون کی ندیاں بہادی جائیں گی اور وہ اپنے نیوکلیائی اور غیر نیوکلیائی ہتھیار استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے جیسا کہ اس سے قبل بھی انہوں نے کیا ہے اور کرتے آئے ہیں۔ یہ دنیا خود کو تب تک محفوظ نہیں مان سکتی اور امن کا احساس نہیں کرسکتی جب تک سرمایہ داریت اور دیگر انسان کے بنائے نظام ناپید نہیں ہوجاتے اور دنیا پر سے ان کا کنٹرول ختم نہیں ہوجاتا اور جب حق اور عدل کا نظام قائم ہوجائے جو کہ خلافت راشدہ ہے تو رب العالمین کا یہ نظام ساری دنیا پر غالب ہوکر اپنی خیر پھیلائے گا اور تمام انسانوں کو خوشی اور سکون کی زندگی بخشے گا۔ یہ خالق ہی ہے جو اپنی مخلوق کے متعلق بہتر جانتا ہے کہ کیا چیز مخلوق کے لئے خیر ہے۔

﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾

"کیا جس نے پیدا کیا وہی خالق نہ جانے گا جو باریک بین اور باخبر ہے" (الملک:14)

26 رجب 1438 ہجری

23/4/2017 عیسوی

شوال کے ہلال کا تنازع:

باجوہ-نواز حکومت مسلمانوں کو عید کے حوالے سے گمراہ کرتی ہے کیونکہ یہ خود گمراہی پر کھڑی ہے

پریس ریلیز

مسلم دنیا کے کئی علاقوں کے ساتھ ساتھ پاکستان کے شمالی علاقوں میں شوال کا چاند دیکھنے کی شہادتیں عادل گواہان کی جانب سے سامنے آئیں لیکن حکومت نے اس کی کوئی پروا نہیں کی بلکہ اُس نے اُن علماء کو سخت ہراساں کرنے کی کوشش کی جو درجنوں مقامی شہادتوں کی جانچ پڑتال کررہے تھے۔ حکومت کے وزیر مملکت برائے مذہبی امور اور بین المذاہب مذہبی رواداری، پیر محمد امین الحسنات شاہ نے دعویٰ کیا، "ایک مخصوص گروہ نے اسے اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے"۔ لیکن درحقیقت یہ حکومت ہے جس نے اس معاملے کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے کیونکہ وہ اسلام کو ریاست و آئین کی صورت میں نافذ نہیں کرتی اور یہ حقیقت ہر ایک پر واضح ہے۔

اگر مسلمانوں پر ایسے لوگ حکمران ہوتے جو اسلام کی پروا کرتے، جیسا کہ اسلام کا حق ہے، تو رسول اللہ ﷺ کی مثال اس تنازعہ اور کسی بھی بحث کو ختم کردیتی۔ رسول اللہ ﷺ نے قرار دیا تھا کہ کسی بھی علاقے میں مسلمانوں کی جانب سے ہلال دیکھنے کی شہادت دیگر تمام علاقوں کے مسلمانوں کے لیے بھی شہادت کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ مسلمان ایک امت ہیں اور ان کے علاقے بھی ایک ہیں۔ انصار کے ایک گروہ سے روایت ہے کہ، غُمَّ عَلَيْنَا هِلَالُ شَوَّالٍ، فَأَصْبَحْنَا صِيَامًا، فَجَاءَ رَكْبٌ مِنْ آخِرِ النَّهَارِ، فَشَهِدُوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُمْ رَأَوْا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يُفْطِرُوا مِنْ يَوْمِهِمْ " شوال کا نیا ہلال بادلوں کی وجہ سے نہیں دیکھا جاسکا اور ہم اگلے دن روزے سے اٹھے۔ پھر دن کے اختتام کے قریب کچھ سوار آئے اور نبی ﷺ کے سامنے شہادت دی کہ انہوں نے پچھلی رات ہلال دیکھا تھا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں روزہ توڑنے کا حکم دیا "(احمد)۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو اگرچہ ان مسلمانوں کی شہادت ملی تھی جو کسی دوسرے علاقے سے مدینہ آئے تھے، لیکن فرض روزے کو توڑنے کے لیے یہ شہادت کافی تھی۔

لہٰذا اگر ہمارے حکمران اسلام کی پروا کرنے والے ہوتے، جیسا کہ اس کا حق ہے، تو وہ مسلمانوں کو روزہ توڑنے کا حکم دیتے اور اتوار کی صبح عید کے لئے نکلتے۔ لیکن اس کی جگہ باجوہ-نواز حکومت گمراہی پر ڈٹی ہوئی ہے اور اس بات پر اصرار کررہی ہے کہ وہ سرکاری طور پر اتوار کی شام کو چاند دیکھیں گے! حزب التحریر ولایہ پاکستان حکومت کو یقین دلاتی ہے کہ وہ اپنی بے وقوفی میں تنہا ہے اور اب تو کئی لوگوں کو اسلام کے حوالے سے اس کی مجرمانہ غفلت نظر آنا شروع ہوگئی ہے۔ یہ صورتحال پاکستان کے مسلمانوں کو اس بات کی یاد دہانی کراتی ہے کہ وہ حکمران جو اسلام کی پروا کرتے ہیں آسمان سے نہیں اتریں گے بلکہ نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے قیام کے لیے اُن کی سخت جدوجہد کے نتیجے میں آئیں گے۔ خلافت کے قیام کے بعد ہی مسلمان حقیقی معنوں میں عید اور اپنی زندگی کے ہر دن کا لطف اٹھائیں گے کیونکہ وہ ایک ایسی ریاست میں رہ رہے ہوں گے جس کا ہر قانون اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو راضی کرنے والا ہوگا۔

﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾

"اس روز مسلمان شادمان ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے" (الروم: 5-4)

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

یکم شوال 1438 ہجری

25 جون 2017/

فلسطین: یوم سقوط خلافت

رام اللہ میں بہت بڑی کانفرنس منعقد ہوئی

پریس نوٹ

حزب التحریر نے رام اللہ کے البیرۃ میونسپلٹی کے میدان میں 22 اپریل 2017 کو عظیم الشان کانفرنس منعقد کی جس میں حزب التحریر کے ہزاروں حمایتیوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کا عنوان تھا: "خلافت کمزوری کے بعد طاقت اور خوف کے بعد تحفظ ہے"۔ اس کانفرنس میں خلافت کے قیام کا مطالبہ کیا گیا جو اسیروں کو اور یہودی وجود کے جیل خانوں میں موجود قیدیوں کو آزاد کرائے گی۔ یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ مقبوضہ علاقوں کی آزادی کے لیے مسلم افواج کو حرکت میں لایا جائے خصوصاً فلسطین کو اس کی تمام زمینوں، سمندروں اور دریاؤں سمیت آزاد کرایا جائے۔ معزز مہمانوں کی جانب سے کئی تقاریر کی گئیں اور نشید پڑھی گئی۔ اس کے علاوہ فلسطین میں حزب التحریر کے طلبہ ونگ، الوعی گروپ کی جانب سے بھی ایک تقریر کی گئی۔

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز ز اور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابو الرشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس